{أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ} [المائدة: 50]

جمہور اور جمہوریت

مصنف

فضیلۃ الشیخ مفتی نورالوہاب حقانی صاحب رحمہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ مولانا سلیم اللہ حقانی صاحب دامت برکاتہ

انتساب

فخرِ اسلام، مجدد اسلامی نظام، امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے نام۔۔۔جنہوں نے اُمت مسلمہ کو دینی حمیت وغیرت کے معنیٰ اس وقت سکھائے جبکہ اس کے معنیٰ صرف کتابوں تک محدود کردئے گئے تھے۔جنہوں نے ایک مسلمان کی عزت کی خاطر اپنی ساری قوم کی مستقبل کو داؤ پر لگا دیا۔اور باالآخر اُنہوں نے فرعون ِوقت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

محسنِ انسانیت، مجددِ جہاد، شیخ اُسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے نام۔۔۔جنہوں نے پچاس سے زائد ٹکڑوں میں بٹی اُمت کو ایک اُمت بنانے کیلئے اپنا خونِ جگر جلایا۔جنہوں نے اُمت کے چند جوانوں کو اکٹھا کرکے فرعونِ وقت امریکہ کا غرور اور اس کی عظمت کے منارے زمین بوس کئے، اور دنیا کو یہ پیغام دیا کہ تمام کفری قوتیں مل کر بھی اس اُمت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

علمائے حق اور داعیانِ شریعت کے نام۔۔۔جنہوں نے اپنی، قلم، زبان حتی کہ جان بھی شریعت کو نافذ کرنے کیلئے وقف کردی۔

خصوصاً شیخ نصیب خان شہید رحمہ اللہ کے نام۔۔۔جنہوں نے نفاذِ شریعت کیلئے زبان، قلم حتی کہ جان کا نذرانہ بھی پیش کردیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين،والصلاةوالسلام على سيّدنا ومولانا محمد خاتم النبيين، وعلى آله واصحابه أجمعين،وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

پیش لفظ

جب یہ اُمت دورِ عروج میں تھی تو اسکے علماء وفقہاء کی توجیہات کا مرکز یہ ہوتا تھا کہ وہ بیرونی فکری یلغاروں سے اسلامی عقائد کو محفوظ رکھیں، علم و عمل کے میدانوں میں کفار کے حملوں کا مقابلہ کریں، دین حق کی پاکیزہ دعوت کو چھار دانگ عالم میں نشر کریں، اس دعوت کو دلائل وبراہین اور تیغ وسنان ہر دو ذرائع سے غالب کریں گمراہ فرقوں کی تحریفات کو اہل سنت کے ہاں در آنے سے روکیں اور دین کی روشن چہرے پر زمانہ گذرنے کے ساتھ جو گرد وغبار پڑے اُسے نہایت تن دہی سے صاف کرتے جائیں۔

تا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے دین کی حفاظت کا جو وعدہ کیا ہے۔ اسکی تکمیل میں اِن کا حصہ بھی لکھا جائے تب ہی اس اُمّت کے اہل علم کبھی روم وفارس کے خلاف میدان جھاد میں بر سر پیکار نظر آئے کبھی خوارج اور روافض کے فتنوں کا علمی و عملی مقابلہ کرنے میں مصروف رہے۔ کبھی یو نانی فسلفے کے زہریلے حملوں سے اُمت کو خبر دار کیا کبھی تاتاری یلغار اور کبھی صلیبی حملوں کے مقابلے کیلئے اُمت کو بیدار کیا۔ اللہ کی رحمتیں ہوں اِن علماء اور ائمہ پر پھر جب اُمت پر زوال آنا

شروع ہوا تو ترجیحات تبدیل ہونے لگیں۔اُمت بیرونی خطرات سے منہ پھیر کر داخلی کھینچاتانی اور باہمی اختلاف کا شکار ہو گئی۔امت کے علماء کی صفوں میں بھی مسلمانوں کے متفقہ اُصول وعقائد کے تحفظ سے زیادہ مسلمانوں کے اندر ہی فروعی مباحث پر معرکے جمانے کا رجحان بڑھنے لگا،شریعت کی حاکمیت قائم کرنے سے زیادہ اپنے اپنے مکتبہ فکر کو غلبہ دلانے کا جذبہ زور پکڑتا گیا۔۔۔

اور نتیجتاً یہ اُمت اپنے داخلی اختلافات میں ایسی اُلجھی کہ ہر قسم کی بیرونی یلغاروں کے لیے دروازے چوکھٹ کھل گئے اور اِن دروازوں پر کوئی محافظ ، کوئی نگہبان وپاسبان باقی نہ بچا۔سوائے اہل علم واہل درد کی ایک قلیل تعداد کے جو تنہا اتنا بڑا محاذ سنبھالنے کیلئے ناکافی ثابت ہوئے۔ نتیجتاً مغرب نے نہ صرف ہمیں عسکری اور سیاسی طور پر مغلوب کیا، بلکہ مغرب کے متعفن شرکیہ عقائد وافکار بھی اُمت میں در آئے۔

اسلام کے بنیادی اُصولوں سے متصادم نظریات کو عین اسلام قرار دیا جانے لگا۔اسلام کی ایک ایسی تشریح کی جانے لگی جو حاضر وموجود، نظام اور غالب تہذیب سے مفاہمت پر مبنی ہو۔بلکہ اسکی ہر قدر، ہر عقیدے ، ہر تصور کو اسلام ہی سے ثابت کرتی ہو۔ ماضی قریب تک یہی غلامانہ ذہنیت اور زوال پزیر قوموں کا یہی اُسلوب ہماری علمی فضاء پر راج کرتا رہا۔۔۔

اور اسکے خلاف مزاحمت کرنے والی آوازیں کمزور اور ناتواں ہوتی گئیں۔ لیکن اللہ نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ یہ اللہ کا آخری دین ہے اور اسکی اپنی طبعیت میں کفار کی توقع سے کہیں زیادہ بغاوت ومزاحمت کا مادہ اور پلٹنے جھپٹنے کا جذبہ وقوت موجود ہے۔ پس اللہ کے فضل سے گزشتہ سالوں میں۔۔۔ بالخصوص روس کے خلاف جہاد اور پھر گیارہ ستمبر کے مبارک واقعات کے بعد۔۔۔اُمت میں پھر سے بڑے پیمانے پر بیداری کا ایک عمل شروع ہوا ہے۔

بیرون سے آنے والی فکری و عسکری یلغار کے مقابل کھڑی کمزور آوازیں توانا ہونے لگی ہیں۔ مجاھدین کی غربت واجنبیت دور ہو رہی ہے۔

حق گو علماء کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور اُمت نے الحمد اللہ پھر سے عروج کی طرف سفر شروع کر دیا ہے۔

اس سفر کا آغاز ہو جانے کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ اُمت کے اہل علم میں، عرب و عجم کے دینی حلقوں میں، اللہ رب العزت مستقل ایسے افراد اُٹھار ہے ہیں۔ جو اسلاف علماء کی طرح اُمت کو در پیش حقیقی خطرات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ بیرونی یلغاروں کے خلاف بند باندھنے کا کام کر رہے ہیں۔ اُمت کو فروعی و نظری مباحث سے نکال کر اہم تر اُصولی و عملی اُمور کی طرف متو جہ کر رہے ہیں۔ اور بالخصوص مغرب کے جو زہریلے افکار ہمارے یہاں در آئے ہیں۔ ان کی نشاند ہی کرنے، ان کا ابطال کرنے اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو اِن کے اصل رنگ میں پیش کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ یہ کتاب عصر حاضر کے سب سے بڑے فتنے، فتنہ، جمہوریت کی حقیقت آشکارا کرتی ہے۔ عقل و دل دونوں کو اپیل کرنے والے دلائل کے ذریعے جمہوری فکر و فلسفے اور جمہوری نظام کی قباحت اور اس کا اسلام سے صریح تصادم واضح کیا گیا ہے اور خصوصاً جمہوریت کے زہریلے نقصا ت بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس تصنیف کو جمہوریت کا بت توڑنے کا ذریعہ بنادے اور بالخصوص اہل دین طبقات کو اسکے سحر سے نکالنے کا باعث بنادے اللہ اس تصنیف کے ذریعے اہل پاکستان کی گردنوں پر مسلط باطل نظام کی برائی، دین جمہویت کا دین اسلام سے تضاد اور مغربی

افکار کا اسلامی عقائد سے تصادم یہاں بسنے والے مسلمانوں کے قلوب واذھان پر منکشف فرما دے۔۔۔

تا کہ وہ اپنی زندگیاں اس نظام کو اُلٹانے، مغربی عقائد، مغربی افکار اور مغربی طرز حیات سے نجات پانے اور اسکی جگہ اسلامی عقائد عام کرنے، اسلامی طرز زندگی رائج کرنے اور شرعی نظام قائم کرنے کیلئے وقف کردیں۔

(وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم)

فہرست

عرضِ مصنف 13

"جمہو ریت " 17

جمہوری نظام حکومت : 17

"نقصاناتِ جمہوریت " 19

(1) اِتِّهَامُ الشَّرِيْعَةِ بِأَنَّهَا نَاقِصَةٌ: 19

(2) شریعت پر نقصان کا دوسرا تھمت یہ ہے۔ 19

ایک اہم بات! 20

دوسرا نقصان : تَضْيِيْعُ الْوَلَاءِ وَالْبَرَاءِ: 22

تعینِ وَلا ء : 23

← عجیب نقطہ !!! 25

تعین البراءۃ عن الکفار: 28

تیسر ا نقصا ن: تَجْوِيْزُ هَجْمِ الْعَدُوِّ: 32

چو تھا نقصان: اَلْخُضُوْعُ لِدَسَاتِيْرِ الْعِلْمَانِيَّةِ:__ 33

پا نچو اں نقصان : اِيْهَامُ الْمُسْلِمِيْن:__ 33

←عجیب نقطہ !!! 34

چھٹا نقصان : مُخَالِفَتُ النَّبِیِّ ﷺ فِيْ مُوَاجَهَةِ الْكُفَّارِ وَالْأَعْدَاءِ :ــ 35

خلاصہ کلام : 38

ساتواں نقصان : اَلْوَسِيْلَةُ الْمُحَرَّمَةُ:ــ 38

آٹھواں نقصان :تَفْرِيْقُ وَحْدَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ:ــ 40

نواں نقصان : هَدمُ مُوَاخَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ:- 43

دسواں نقصان : اَلتَّعَصُّبُ الْقَوْمِيَّةِ:- 44

←ایک اہم وضاحت !!! 45

مراتب جاہلیت : 45

گیارھواں نقصان: تَفْوِيْضُ أَمْرٍ إِلىٰ غَيْرِ أَهْلِهِ:- 47

بارھواں نقصان : اَلتَّعَاوُنُ عَلىٰ الْإِثْمِ:- 48

تیرھواں نقصان:اَلتَّزْكِيَّةُ حَسْبَ الْمَصْلحَةِ:- 50

←عجیب لطیفہ !!! 52

چودھواں نقصان: حِرْصُ الْمُرَشِّح عَلىٰ إِرْضَاءِ النَّاخِبِيْن:- 54

پندرھواں نقصان : اَلتَّزْيِيْرُ وَالْمُغَالَطَةُ:- 56

(ایک قابلِ غور نقطہ) 56

سولھواں نقصان :صَرْفُ الْأَمْوَالِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهَا الشَّرْعِيّ:- 59
ستار ھواں نقصان: قبولُ المُرَشّحِ دُوْنَ النَّظَرِ إِلَى الْفَسَادِ الْعَقْدِيّ:- 61
اٹھارہواں نقصان : سَلْبُ الشَّرَائِطِ لِلْحَاكِمِ:- 62
انیسو اں نقصان :تَصْبِيْغُ غَيْرِ الشَّرْعِ شَرْعًا:- 64
بیسواں نقصان :الْحُكْمُ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ:- 66
تنبیہ!! 70
آیت کا شان نزول: 70
چند قابل غور باتیں !!! 73
"وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ" میں مفسرین کرام کے اقوال: 74
ایک شبہ اور اسکی وضاحت : 75
وضاحت ! 75
مشہور حنفی فقیہ اور مفسر امام نسفی رحمہ اللہ :() 78
تنبیہ!! 79
وضاحت : 80
اکیسواں نقصان :اِسْتِخْدَامُ النُّصُوْصِ الشَّرْعِيَّةِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهَا:- 82
بائیسواں نقصان :طَلَبُ الْأَمَارَةِ:- 83

ایک اشکال اور اس کا حل: 85

تیئسواں نقصان : .... مَسَاوَاةٌ غَيْرُ شَرْعِيَّةٍ:-
87 ....

چوبیسواں نقصان : حِرْصُ النَّاسِ عَلَى حُضُوْرِ مَجَالِسِ الزُّوْرِ:- 88

"نصیحت" 89

جمہوریت اور اسلافِ امت واکابرین وقت 91

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ باب سیاستہ المدینہ میں فرماتے ہیں: 91

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: 92

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 92

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اسلامی جمہوریت کے تصور کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: .. 92

قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں : 93

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: 93

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے فرمایا: 93

معروف عالم دین مفتی حمیداللہ جان صاحب دامت برکاتہم اپنے ایک نہایت اہم فتوی میں
فرماتے ہیں: 95

مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: 95

مولانا محمد حکیم اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : 96

مفتی اعظم دار العلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی : 96

صدر وفاق المدارس پاکستان مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کا موقف :............................ 97

حضرت مفتی نظام الدین شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 98

عرضِ مصنف

عصرِ حاضر میں بڑے بڑے فتنوں میں ایک ''جمہوریت'' کا فتنہ ہے۔اور لوگوں کی اکثریت اس فتنے میں مبتلا ہے،اور کیفیت یہ ہے کہ وہ اس جمہوریت کی دفاع کرنے میں مشغول ہیں۔یہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرکے کبھی اس کو اسلامی نظامِ شوریٰ کی جدید شکل قرار دیتے ہیں۔اور اس کے نظامِ انتخاب کو مشاورت کا نام دیتے ہیں،تو کبھی خلفائے راشدین کے طریقۂ انتخاب کو توڑ موڑ کر جمہوریت کے حق میں دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح دورِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں ہونے والے فیصلوں کے بارے میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ کثرتِ رائے کی بنیاد پر ہوتے تھے۔اور کبھی اس جمہوریت کو اختیار کرنے کیلئے مصلحتوں اور ضروریات کو دلیل بنایا جاتا ہے۔لیکن یہ فعل درحقیقت حق و باطل،نور وضلالت اور توحید وشرک کو خلط ملط کرنے کے مترادف ہیں۔اگر تھوڑی سی وضاحت کی جائے تو معلوم ہوتا ہے،کہ ابلیس اور اس کے پیروکاروں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے،کہ وہ انسانیت کو راہِ حق سے ہٹا کر ایسے گمراہ کن راستوں پر ڈال دے،جس سے ایک طرف وہ اللہ کی رضا خوشنودی سے محروم ہو کر جہنم میں جائے۔اور دوسری طرف وہ دنیاوی طور پر رسوائی اور ناکامی کا شکار ہو۔مغلوب اور ذلت و پسماندگی کی غلامانہ زندگی گزارے۔

چنانچہ اس مقصد کیلئے یہ ابلیسی ٹولہ ہر دور میں اللہ رب العزت کی عطا کردہ " دینِ اسلام" کے مقابلہ میں قوموں کے مزاج اور حالات کے تناظر میں اپنا ایک نیا نظام زندگی وضع کرتا ہے۔اور پھر اسی نظامِ زندگی کو پوری قوت کے ساتھ خوشنما بنا کر نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

لیکن جب کبھی انسانیت اس ابلیسی ٹولے کے وضع کردہ غلیظ اور ظلم وبربریت پر مبنی نظامِ زندگی سے بیزار ہونے اور بغاوت کرنے کیلئے بیدار ہونے لگتی ہے۔تو یہ ابلیسی ٹولہ اسی فرسودہ اور باطل نظام کو " نئے چہروں" اور " نئے ناموں" سے دوبارہ انسانیت پر لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایسا ہی کچھ نقشہ آج کے اس دور جدید میں جس کو اگر" دورِ جاہلیت" سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ابلیسی ٹولے نے خلافت اسلامیہ کے سقوط کے بعد جب کہ مسلمانوں کا کوئی بھی نظامِ اجتماعی برائے نام بھی باقی نہ رہا تھا۔اور مسلمانوں کی وحدت کو یہود و نصاریٰ کی استعماری " سایکس بیکو" تقسیم کے ذریعے سے مختلف ملکوں میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے بکھیر دیا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں دوبارہ احیائے خلافت اور غلبۂ اسلام کیلئے مختلف تحریکیں بھی کھڑی ہو رہی تھیں۔جن کو کچلنے کیلئے خبیث نظام کو" نظامِ جمہوریت" کے نام متعارف کرایا اور اس کو پورے عالمِ اسلام پر لاگو کیا تاکہ اپنے تسلط کو بالواسطہ یا بلاواسطہ برقرار رکھا جاسکے اور مسلمانوں کو تاحیات غلام بنا کر ان پر حکمرانی کی جاسکے۔

اس کتاب میں ہم نے اس خبیث نظام کے تمام نقصانات کو سورج کی روشنی کی طرح واضح کیا ہے۔ تاکہ وہ سادہ لوح مسلمان جن کو اس نظام کی خباثتوں کا علم نہیں۔ وہ اس سے بچ سکیں اور اس نظام کا ترک کرنا ان کیلئے دشوار نہ ہو۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ جمہوریت کوئی "اجتہادی مسئلہ" بھی نہیں، جیسا کہ بعض لوگ اس شیطانی دجل و فریب کا شکار ہیں۔ بلکہ یہ وہ واضح اور قدیمی شرک و کفر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ڈرایا ہے۔ اور نبی ﷺ طویل عرصہ سے اس کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں۔ لہٰذا نبی ﷺ کی اسی سنت کو تھامتے ہوئے اُن کے متبع اور مددگار بننے کی کوشش کریں جو شرک و مشرکین اور اِن کے نظامِ زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔

حق و اہلِ حق کی اجنبیت کے اس دور میں اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو دین اللہ کے قیام کیلئے رسولِ کریم ﷺ کے دیئے ہوئے طریقے کے مطابق سرگرم عمل ہے۔ جس کے مطابق مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ». (سنن أبي داود ، رقم الحديث: 2484 ، باب في دوام الجهاد)

"میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو حق کی خاطر لڑتا رہے گا۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک گروہ دجال سے قتال کرے گا"۔

وجہ تسمیہ:

در حقیقت اس کتاب میں ہم نے جمہوریت کے مفاسد اور نقصانات کو بیان کیا ہے۔

لیکن بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جمہوریت کو تو جمہور علماء نے تسلیم کیا ہے۔ تو پھر آپ کیوں نہیں مانتے؟۔

تو اس اعتراض کا جواب اس طرح ہے۔ کہ یہ کہنا کہ جمہور علماء نے جمہوریت کو تسلیم کیا ہے۔ یہ بات غلط ہے، کیونکہ بہت سے علماء ایسے ہیں، جو پورے اُمت کے نزدیک مسلم ہے۔ اور اُنہوں نے جمہوریت پر رد کیا ہے۔ تو اسی مناسبت سے ہم نے اس کتاب کا نام " جمہور اور جمہوریت" رکھا۔

مولانا مفتی نور الوہاب حقانی رحمہ اللہ

تاریخ۔۔۔۔۔۔

"جمہوریت کا تحقیقی تعارف"

"جمہوریت"

Democracyکے معنی۔

یہ لفظ اصلاً یونانی ہے۔ جو دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔

Demosاور kratos

Demosکے معنی: Peopleیعنی عوام اور

Kratosکے معنی: Ruleیا عوام کی حاکمیت۔

جمہوریت کی تعریف:

جمہوریت ایک ایسا نظامِ حکومت ہے جس میں حاکمیت اعلیٰ عوام کے پاس ہوتی ہے اور عوام ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی ایک طریقے سے حکومت چلاتے ہیں۔ نظام میں عوام کی نمائندگی ہوتی ہے۔

جو بالعموم ہر کچھ عرصہ بعد آزاد انتخابات کے ذریعے سے نمائندے چن کر کی جاتی ہے۔

جمہوری نظام حکومت:

ایک ایسا نظام حکومت جو اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ سازی کے اُصولوں پر قائم ہو۔

ایک ایسا نظام جس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی بجائے عوام کی ملکیت ہو (نعوذ باللہ) اور حکومت عوام کے ذریعے منتخب کیجائے، علم و تقویٰ کے اعتبار سے فرق ہونے کے باوجود بھی سب کی (یعنی ایک عالم اور جاہل کی ایک فاسق اور ایک پابند شرع کی) رائے اس میں برابر ہو۔

ایک ایسی حکومت جس میں عقل انسانی ہی نظام زندگی بنانے والی اور انسانوں کیلئے ضابطہ حیات مرتب کرنے والی ہے۔اس میں وحی کا کوئی دخل نہیں۔

جس چیز کو انسانی عقل وخواہش نفع قرار دے دیں وہ نفع ہے۔اور جس کو نقصان قرار دے دیں وہ نقصان ہے۔اور جس چیز کو انسانی عقل وخواہش حرام (غیر قانونی) قرار دے دیں وہ حرام ہے۔اور جسکو حلال (قانونی) قرار دے دیں وہ حلال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وحی (قرآن وحدیث) کبھی اس عقل یا خواہش کے موافق ہو جائے لیکن اس نظام میں قرآن وحدیث (نعوذ باللہ) اس وجہ سے قابل عمل نہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کا فرمان ہے۔بلکہ انسان نے اسکو اس قابل سمجھا کہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

تو پھر اس کو قانون بنایا جا سکتا ہے۔چنانچہ جمہوریت کی تعریف یہ ثابت کرتی ہے کہ اس نظام میں انسانی عقل اور خواہشات کو قرآن وسنت (وحی) پر بھی بالادستی ہو گی اب ہم نے جو کتاب کا موضوع رکھا ہے۔کہ اس کتاب میں ہم جمہورت کے تقریباً 24 نقصانات بیان کریں گے۔اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اُن ہی کو شروع کرتے ہیں۔

"نقصاناتِ جمہوریت"

جمہوریت کا سب سے پہلا اور بڑا نقصان یہ ہے۔

(1) اِتِّھَامُ الشَّرِیْعَۃِ بِأَنَّھَا نَاقِصَۃٌ:

یعنی شریعت پر یہ تہمت لگانا ہے۔ کہ یہ شریعت محمدی کامل نہیں بلکہ ناقص ہے۔ اور شریعت پر اس تہمت کا نقصان یہ ہے۔ کہ جب آپ نیا قانون بناتے ہیں۔ اور وہ قانون لوگوں کے مشورے پر بنتا ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ اسلام میں ہمارے لئے قانون نہیں ہے اسلئے میں نیا قانون بناتا ہوں حالانکہ اسلام نے تو ہمارے لئے آج سے 14 سو سال پہلے قانون لا یا ہے۔

(2) شریعت پر نقصان کا دوسرا تھمت یہ ہے۔

کہ جب آپ نیا قانون بناتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ اسلام نے تو ہمارے لئے قانون لا یا تھا۔ لیکن وہ پہلے زمانے (صحابہ کرام) کے زمانے کیلئے تھا۔ اب اس زمانے میں اس قانون کی ضرورت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین مقدس فرشتے کے ذریعے امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ بلکہ ایک نئے قانون کی ضرورت ہے۔

جسکو میں خود بناتا ہوں۔ تو یہ بھی شریعت مطہرہ پر نقصان کا تھمت ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا (المائدہ 3)

ترجمہ: آج میں پورا کرچکا دین تمھارا اور پورا کیاتم پر میں نے احسان اپنااور پسند کیامیں نے تمھارے واسطے اسلام کو دین۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اِکمال کا فتویٰ دیا ہے یعنی آج کے دن اللہ نے اس دین کو کامل کر دیا ہے۔ تو جو شخص اسکے کامل ہونے سے انکار کرے اور اس پر نقصان کا تہمت لگائے تو کیا یہ شخص مسلمان ہو سکتا ہے؟

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

{إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ} [الإسراء: 9]

ترجمہ: یہ قرآن بتاتاہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ {مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ} [الأنعام: 38]

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کوئی بھی ایسی چیز کو نہیں چھوڑا جو قابل بیان ہو اور ہم نے بیان نہ کی ہو۔

ایک اہم بات!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کے ذریعے اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں گے۔ در حقیقت یہ حضرات بھی دین اسلام پر نقصان کا تہمت لگاتے ہیں۔ وہ اسطرح کہ جب اِن

سے کہا جائے کہ آپ حضرات نے کیوں جمہوریت میں شرکت کی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو اسلامی نظام کا نافذ کرنا ہے لیکن ہم نے جمہوری طریقہ اسلئے اختیار کیا ہے۔ کہ دین اسلام تو کامل ہے لیکن اسکے پاس اپنے تنفیذ کا راستہ نہیں ہے اسلئے ہم نے اسلامی نظام کے تنفیذ کیلئے جمہوری راستہ اختیار کیا۔ تو حقیقت میں یہ شریعت پر نقصان کا تہمت لگانا ہے۔ کہ اسکے پاس اپنا راستہ نہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

{وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ} [الأنعام: 153]

ترجمہ: یہ قرآن میرا سیدھا راستہ ہے اسکی پیروی کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: { ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ } [النحل: 125]

ترجمہ: اپنے ربّ کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اُسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو۔

یعنی دین اسلام کے پاس اپنا دعوتی راستہ بھی ہے اور اسلام کے پاس اپنے تنفیذ کا راستہ بھی ہے اور اسلام کے ساتھ اپنے دفاع اور اقدام کا راستہ بھی ہے۔ کماقال:

{وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ} [البقرة: 193]

ترجمہ: اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دِین اللہ کا ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو (سمجھ لو کہ) تشدّد سوائے ظالموں کے کسی پر نہیں ہونا چاہئے۔

دوسرا نقصان: تَضْيِيعُ الْوَلَاءِ وَالْبَرَاء:

اسکا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو شریعت نے اس طرح بالکل آزاد نہیں چھوڑا جس طرح جمہوریت میں آدمی کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔

اسلام میں آدمی کیلئے دوستی کے بھی حدود قائم ہے اور دشمنی کے بھی۔

یعنی کس کے ساتھ دوستی کرنی چاہیئے اور کس کے ساتھ دشمنی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی انسان دوستی کا نظریہ نہیں بنائے گا۔ بلکہ مسلمان دوستی کا نظریہ بنائے گا۔

اگر انسان دوستی ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے۔

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ...الخ} [المائدة: 51]

ترجمہ: اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ۔

اور یہ بھی نہ فرماتے۔

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ} [التوبة: 23]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ، بھائی کفر کو ایمان کے مقابلے میں ترجیح دیں تو اُن کو اپنا سرپرست نہ بناؤ، اور جو لوگ اُن کو سرپرست بنائیں گے، وہ ظالم ہوں گے۔

تعینِ وَلاء:

ولاء اور براء دونوں کا معیار قرآن میں موجود ہے یعنی آدمی کو جن لوگوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہیے اُن کا تعین بھی قرآن نے کیا ہے۔ اور جن لوگوں کے ساتھ براءت یعنی دشمنی کرنی چاہئے اِن کا بیان بھی قرآن نے کیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کا دوست کون ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

{إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ} [المائدة: 55]

ترجمہ: (مسلمانو!) تمہارے یار و مددگار تو اللہ، اس کے رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو اس طرح نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کہ وہ (دِل سے) اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

یعنی اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارا دوست اللہ اور اُسکے رسول ﷺ ہیں اِسی آیت کی طرف ایک حدیث مشیر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

" إِنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْحُبُّ فِي اللهِ ، وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ." (رواہ احمد)

ترجمہ: بے شک اللہ کے ہاں محبوب اعمال اللہ کی رضا کیلئے محبت کرنا، اور اللہ کی رضا کیلئے بُغض کرنا ہے۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

{مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۔۔۔الخ} [الفتح: 29]

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دِل ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ نے مومنین کیلئے دو اوصاف ثابت کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے مابین میں بہت زیادہ محبت اور نرمی کریں گے دوسرا یہ کہ اپنے دشمن یعنی کفار پر بہت زیادہ سخت ہوں گے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے اس آیت کریمہ کی یوں منظر کشی کی ہے

ؔہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق باطل ہو تو فولاد ہے مومن

تو اب اُس مومن کا کیا حال ہوگا۔ جو اللہ کے دوستوں کے ساتھ دوستی نہیں کرتا اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہیں کرتا۔

تو اللہ نے اس آیت مبارکہ میں مومنین کو ولاء کی تعین بھی کردی کہ دوستی کس سے کرنی چاہیے اور براء کی تعین بھی کردی۔ کہ دشمنی کن لوگوں کے ساتھ کرنی چاہئے۔ اسکے خلاف جمہوریت میں ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہے۔ کہ جس کے ساتھ چاہے دوستی کرے اور جس کے ساتھ چاہے دشمنی کرے خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر خلاصہ یہ کہ جمہوریت میں ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ مسلمان سے دوستی کرے یا کافر سے حالانکہ یہ قرآن کے نصوص قطعیہ کے خلاف ہے تو یہ تمہارے اسلامی جمہوریت کا ثمرہ ہے۔

← عجیب نقطہ !!!

مذکورہ آیت میں جو مومنین کے دو صفات ذکر ہوئے۔

1. " رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ " 2. " أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ "

تو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اِن دو صفات کے ساتھ متصف کیا ہے، ایک رحم اور دوسری شدت لیکن اللہ نے اس آیت میں رحم کی جگہ کی تعین بھی کر دی یعنی رحم کی جگہ مومنین ہیں اور شدت کی جگہ کفار ہیں۔

اب جو شخص اپنے رحم کے مادہ کو کفار پر استعمال کرتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتا ہے۔ تو اس شخص کا رحم تو استعمال ہو گیا۔ لیکن شدت باقی ہے۔ اور وہ ضرور استعمال ہو گا۔ لیکن اس شخص نے شدت والی جگہ میں رحم کو استعمال کر دیا اب شدت کے استعمال کیلئے جگہ نہیں رہی تو اس حالت میں یہ شخص اس شدت کو ضرور بضرور مومنین پر استعمال کرے گا۔ اور بے جا ظلم در ظلم کرے گا۔ یہی مثال ہمارے پاکستانی حکومت کی ہے کہ کفار کے ساتھ دوستی کرتے ہیں۔ تو پھر اس شدت کیلئے جگہ نہیں رہتی تو اس صورت میں پھر مسلمانوں پر ظلم شروع کر دیتے ہیں۔

اس پوری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ نے جو ولاء اور براء کا معیار مقرر کیا ہے، جمہوریت میں یہ ناجائز ہیں۔ کیونکہ وہ تو مسلمانوں سے دوستی چاہتے ہی نہیں بلکہ انسان دوستی چاہتے ہیں۔ اِسی وجہ سے یہ لوگ اکثر اپنی تنظیموں کے نام رکھتے ہیں۔ (تحفظ حقوق انسانی) جب انسانی حقوق کا خیال رکھا جائے۔ تو عورت کا بازار میں ننگی پھرنا انکے نزدیک جائز ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ انسانی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ اِسی طرح مومنین کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان احادیث مبارکہ میں بھی آیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنْ اشْتَكَى عَيْنَهُ، اِشْتَكَى كُلُّهُ، وَإِنْ اشْتَكَى، رَأْسُهُ اِشْتَكَى كُلُّهُ» (رواه مسلم)

ترجمہ: فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام مسلمان مثل شخص واحد کے ہیں اگر اسکی آنکھ میں درد ہو تو تمام جسم بے چین ہو جائے اور اگر اسکے سر میں شکایت ہو سارا بدن بے چین ہو جائے گا۔

اور فرمایا نبی کریم ﷺ نے

«الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا» ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. (متفق عليه)

ترجمہ: مسلمان مسلمان کیلئے ایک مکان کی طرح ہے۔ جس کی ہر اینٹ سے دوسری کو قوت و مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تشبیک کیا یعنی ایک ہاتھ کی اُانگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے۔

شعر

ے دولت ہمہ از اتفاق خیزد

بے دولتی از نفاق خیزد

اِسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

«لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ» (رواه مسلم)

ترجمہ: فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم بہشت (جنت) میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ہر گز مومن نہیں کہلا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ رکھو۔ کیا میں تم کو اس چیز سے خبر دار نہ کروں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کروگے؟ اپنے آپس میں سلام کو عام کرو۔

اِسی طرح ایک اور حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ» (متفق علیہ)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ ہی ایک مسلمان دوسرے پر ظلم کرے گا اور نہ ہی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کفار کے حوالہ کریگا، اور جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت میں رہے گا (یعنی کسی مسلمان کا کام نکالے گا) اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔

جب امریکہ نے مرد مجاہد اُسامہ بن لادن کے حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا کہ اُسامہ بن لادنؒ کو ہمارے حوالہ کر دو، ورنہ امارت اسلامیہ ختم ہو جائے گی۔ تو اس وقت جب پاکستان سے مسلمانوں کا وفد گیا تو اس وفد میں علماء بھی تھے۔ تو اُنھوں نے امیر المومنین ملا محمد عمر سے کہا کہ حضرت اُسامہ بن لادن رحمہ اللہ کو امریکہ کے حوالے کر دو، اسلئے کہ پورا امارت اسلامی ختم ہو رہا ہے تو اس وقت امیر المومنین نے اِن علماء کے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو ایک مسلمان دوسرے پر ظلم کریگا اور نہ کفار کے حوالہ کرے گا تو امیر المومنین نے فرمایا کہ

اس حدیث کا جواب کس کے پاس موجود ہے کہ میں اُسامہ بن لادن کو اُن کے حوالہ کردوں تو اس پر سب علماء خاموش رہ گئے۔

تعین البراءۃ عن الکفار:

(یعنی براءت عن الکفار پر دلائل)

مطلب یہ ہے کہ پہلے ہم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اسکے ساتھ تضییع الولاء والبراء آتا ہے۔ تواب تک ہم نے اس بات پر دلائل پیش کئے کہ ولاء المومنین یعنی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کرنا واجب ہے تو اسی طرح براءۃ الکفار یعنی کافروں کے ساتھ دشمنی کرنا اور اُن سے براءت اختیار کرنا بھی واجب ہے اب ہم اس بات پر یعنی براءۃ عن الکفار پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ} [الممتحنة: 13]

ترجمہ: اے اِیمان والو! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے۔ وہ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کافر لوگ قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہیں۔

اب اس آیت مبارکہ سے ہم کو دو باتیں معلوم ہو گئی۔ ایک یہ کہ اس آیت میں کفار کے ساتھ دوستی سے نہی آئی ہے۔ اور نہی وجوب کیلئے ہوتی ہے۔ تو کفار سے دشمنی کرنا بھی واجب ہو گئی۔

دوسری بات ہم کو یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے براءت عن الکفار کا سبب بھی بیان کر دیا کہ اِن کفار کو اسلئے دوست مت بناؤ کہ اِن پر اللہ کا غضب ہے اسلئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں اور جو اللہ کا دشمن ہو اسکو دوست نہیں بنانا چاہیئے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} [المائدة: 51]

ترجمه: اے اِیمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ۔ یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خطاب فرماتے ہیں۔ کہ اے مؤمنوں یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست مت بناؤ وہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اسلئے کہ الکفر ملة واحدة اور تم میں سے جو انکے ساتھ دوستی بنائے تو وہ اِن میں سے ہیں۔

ابن جریرؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ أَيْ مَنْ يَتَوَلَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَإِنَّهُ مِنْهُمْ أَيْ فَإِنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُمْ لِأَنَّهُ إِذَا رَضِيَهُ رَضِيَ دِيْنَهُ فَقَدْ عَادَ مَا خَالَفَهُ وَسَخَطَهُ فَصَارَ حُكْمُهُ حُكْمُهُ. (جامع البیان)

یعنی مطلب یہ ہے۔ کہ جب اس نے یھود و نصاریٰ سے دوستی کی تو گویا کہ یہ اُن کے دین پر راضی ہو گیا۔ اور جب یہ راضی ہو گیا تو پس اس کا بھی وہی حکم ہے جو اُن کا ہے۔

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} [المائدۃ: 51]

ترجمہ: اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہو گا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ کے تفسیر میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ حکم عام ہے۔ ہر مومن کو حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اور قیامت تک یہی حکم ہے۔ کہ مؤمنین اور کفار کے درمیان دوستی ہر گز نہیں ہو سکتی۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} [المجادلة: 22]

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ ان سے دوستی رکھتے ہوں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے، اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے، اور انہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

علامہ امام ابن جوزی اپنے تفسیر زادالمسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْآيَتُ قَدْ بَيَّنَتْ أَنَّ مَوَدَّةَ الْكُفَّارِ تَقْدَحُ فِيْ صِفَتِ الْإِيْمَانِ وَأَنَّ مَنْ كَانَ مُؤْمِنًا لَمْ يُوَالِ كَافِرًا وَإِنْ كَانَ اَبَاهُ أَوْ اِبْنَهُ أَوْ أَحَدًا مِّنْ عَشِيْرَتِهِ۔

حضرت فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت مبارکہ نے یہ بات واضح کر دی کہ کفار کے ساتھ دوستی کرنا ایمان کے صفت میں نقصان پیدا کرتی ہے اور یہ بات بھی بیان کر دی کہ جو شخص مؤمن ہو۔ تو وہ کفار کے ساتھ دوستی نہیں کریگا اگر کہ وہ کافر اسکے والدین میں سے ہو۔ یا اسکا بیٹا ہو۔ یا اسکے قبیلے کا ایک آدمی کیوں نہ ہو۔

یہاں تک جمہوریت کا دوسرا نقصان (تضییع الولاء والبراء) والی بات مکمل ہو گئی۔

ناظرین کرام! دل تو چاہتا ہے کہ تولی بالکفار والے مسئلے پر دلائل کا انبار لگا دوں لیکن کتاب کی طوالت کو سامنے رکھتے ہوئے اس تھوڑی سی بحث پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اور تولی بالکفار

تو ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر علیحدہ ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ دعا کی درخواست ہے۔ کہ اگر اللہ نے توفیق دی تو اِن شاءاللہ اس موضوع پر علحیدہ کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ عقیدے کا ہے۔ لیکن جمہوریت میں اسکا کسی طرح بھی لحاظ نہیں رکھا جاسکتا۔ مثلاً شیعہ کے کفر میں تو کسی کو بھی شک نہیں لیکن جمہوریت میں شیعوں کے ساتھ اِتحاد اور دوستی کرنا بھی جائز ہے۔ تو یہ جمہوریت کا دوسرا بڑا نقصان ہوا۔

تیسرا نقصان: تَجْوِیْزُ ھَجْمِ الْعَدُوِّ:

جمہوریت کا تیسرا نقصان یہ ہے ۔ کہ اس جمہوریت کی غلاظت سے پھر ہم کفار کا مسلمانوں کے ملکوں پر حملہ کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

وہ اس طرح!

کہ جب ہم بھی یہ نعرہ لگائیں کے جمہوریت کو یقینی بنانا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اور امریکہ بھی یہ نعرہ لگائے کہ جمہوریت کو یقینی بنایا جائے۔ تو اسی وجہ سے جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور یہ نعرہ لگایا کہ ہم اس ملک میں جمہوریت کو یقینی بنانا چاہتے ہیں اور عوام کو تو ہم نے یہ بات سکھائی تھی کہ جمہوریت کو یقینی بنانا شریعت کا مسئلہ ہے تو اب عوام کو امریکہ کا حملہ کرنا تو جائز اسلئے نظر آیا کہ وہ تو جمہوریت کو یقینی بنانا چاہتا ہے۔ تو لہذا یہ اتنا بڑا نقصان (کافر کے حملے کو جائز سمجھنا) ہوا۔ تو یہ اس جمہوریت کی غلاظت سے ہوا۔ جسکو لوگ اِسلامی جمہوریت سمجھتے ہیں۔

چوتھا نقصان: اَلْخُضُوْعُ لِدَسَاتِیْرِ الْعِلْمَانِیَّةِ:۔

یعنی سیکولر نظام کے سامنے جُھکنا اور اسکو قبول کرنا ہے اور سیکولر دستور کی غلامی کرنا یہ رعیت میں بھی موجود ہے اور حکمرانوں میں بھی موجود ہے۔

رعیت میں اس طرح موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اُٹھ جائے اور کہے کہ جو قانون قرآن وحدیث کے مخالف ہو میں اسکو نہیں مانتا تو پھر اس شخص پر باغی کا فتویٰ جاری کیا جاتا ہے۔ اور اسکو قتل بھی کیا جاتا ہے۔ اور حکمرانوں میں سیکولر دستور کی غلامی اس طرح موجود ہوتی ہے۔ کہ وہاں ان سے ایک حلف نامہ لیا جاتا ہے اور اُستاد محترم اِن کے حلف نامہ کی مثال اس طرح دیتے کہ جب یہ حکمران پارلمنٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ تو یہ حلف نامہ اس طرح اُٹھاتے ہیں کہ یہ ایک طرف قرآن مجید کو رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے بنائے ہوئے قانون کو اور پھر اس طرح قسم کھاتے ہیں۔ کہ اُقسم بھذا الکتاب (قرآن کے طرف اِشارہ کرتے ہیں) أَنِّيْ سَأَقْضِيْ بِهٰذَا الْكِتَابِ (آئین کے طرف اِشارہ کرتے ہیں) یعنی قرآن مجید پر قسم کھاتے ہیں کہ ہم اس انگریز کے بنائے ہوئے قانون پر فیصلے کرینگے۔ یہ جمہوریت کا ایک اور زہریلا نقصان ہے۔ کہ اس میں سیکولر دستور کی غلامی لازم آتی ہے۔ اور اگر اس سیکولر قانون میں کوئی بھی نقصان ہو۔ تو تجھے اس پر انکار کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

پانچواں نقصان: اِیْهَامُ الْمُسْلِمِیْن:۔

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ ہے۔ کہ یہ لوگ مسلمانوں میں وہم پیدا کرتے ہیں وہ اس طرح کہ جب یہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو لوگوں سے کہتے ہیں۔ کہ مجھے کامیاب

کر دو تو میں فلاں تاریخ کو اسمبلی میں جا کر تمہارے لئے اسلامی نظام نافذ کر دوں گا۔ لیکن اس کا یہ دعویٰ یقینی نہیں بلکہ خالص وھم ہے۔ اسلئے کہ سب سے پہلے اسکا انتخابات میں کامیاب ہونا یقینی نہیں۔

كما قال الله تعالى: {إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ} [الأنعام: 116]

ترجمہ: وہ تو وہم و گمان کے سوا کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے، اور ان کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ خیالی اندازے لگاتے رہیں۔

اور اگر بالفرض یہ انتخابات میں کامیاب بھی ہو جائے تو جب یہ پارلمنٹ میں جائے گا۔ تو وہاں تو اساسی اور بنیادی قانون جمہوریت ہے۔ اور جمہوریت میں تو سب ایسی شقیں ہیں۔ جو اسلام کے ساتھ بالکل متصادم ہیں۔ تو کس طرح اس طریقے سے اسلام نافذ ہو جائے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان کے ازاد ہونے کے بعد تو تقریباً 70 سال گذر گئے۔ لیکن اس 70 سال کے تجربے نے یہ بات ثابت کر دی کہ جمہوریت کے طریقے سے اسلامی نظام کا نفاذ ناممکن ہے۔ اور ظن کے بارے میں تو نبی ﷺ فرماتے ہیں:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ» (صحيح البخاري)

ترجمہ: اپنے آپ کو گمان سے بچا کر رکھو کیونکہ گمان ایک جھوٹی بات ہے۔

← عجیب نقطہ !!!

جب کوئی آدمی اسلام کیلئے کوئی کام کرے اور وہ اسمیں ناکام ہو جائے تو پھر یہ اس پر ثواب کا اُمید بھی رکھتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھتا ہے۔ کہ میں تو نتیجے پر مکلف نہیں ہوں۔ تو اس بات سے اسکو

تسلی ملتی ہے۔ لیکن اسکے بر خلاف جمہوریتی حضرات تو پہلے یہ اواز لگاتے ہیں۔ کہ ہم اسلام کی خد مت کرتے ہیں۔ لیکن جب انتخابات میں ناکام ہو جائے تو پھر پریشانی کیوجہ سے تو تین دن کھانا بھی نہیں کھاتے تو اگر ان کو اس کام پر ثواب کی اُمید ہوتی تو پھر پریشان نہ ہوتے۔ لیکن ان کی یہ پریشانی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اس میں ثواب کی اُمید بھی نہیں۔

چھٹا نقصان : مُخَالِفَتُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ مُوَاجِهَةِ الْكُفَّارِ وَالْأَعْدَاءِ:۔

جمہوریت کے تیار کردہ نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ نبی ﷺ نے کفار کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اس میں صراحتاً نبی ﷺ کی مخالفت ہے۔ یعنی حضرت محمد ﷺ کا کفار کے ساتھ جو موقف تھا وہ انتخابات اور جمہوریت کے راستے میں ترک کر دیا جاتا ہے۔ جب ہم نے نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالی تو ہمیں معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے ہر قول و فعل میں کفار کے ساتھ صراحتاً مخالفت کی ہے اور دوسرا یہ کہ کفار کے ساتھ کسی طرح بھی نرمی نہیں کی جیسے مثلاً نبی ﷺ نے جب مدینہ ہجرت کی تو وہاں یھود دسویں محرم (عاشورہ) کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔ تو نبی ﷺ نے یھود سے پوچھا کہ تم اس دن کو روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ □ کے دشمن (فرعون) کو دریا میں غرق کیا تھا اور موسیٰ کو نجات دی تھی تو اس وجہ سے ہم روزہ رکھتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ □ تو تم سے میرا اچھا بھائی تھا اور یہ روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ لیکن پھر وفات کے وقت نبی ﷺ فرماتے ہیں: «لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ»

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ: قَالَ: يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ) (صحيح مسلم)

ترجمہ: اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو میں 9 محرم کو بھی روزہ رکھوں گا۔

اس لئے کہ صرف دسویں کا روزہ رکھنا یہودیوں کا طریقہ ہے۔ تو نبی ﷺ نے اس طرح ہر کام میں یہود و نصاری کی مخالفت کی ہے۔ اور ان کے ساتھ نرمی اس طرح نہیں کی۔ کہ بنو قریظہ کو تو قتل کر دیا اور بنو نظیر کو جلا وطن کر دیا۔ اور خیبر کو فتح کر دیا اور پھر آخر میں فرمایا۔

«لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا» (صحیح مسلم)

ترجمہ: البتہ میں نکال دوں گا یہود اور نصاری کو عرب کے جزیرہ سے یہاں تک کہ نہیں رہنے دوں گا اس میں مگر مسلمانوں کو۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا اور یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ ہر طرح کی مشابہت سے منع کیا یہاں تک کہ (ومنعَ عمرُ اهلَ الكتابِ مِنْ لبسِ القلنسوةِ) حضرت عمر نے اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ مشابہت کیوجہ سے ٹوپی کے پہننے سے بھی منع کیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ تم بغیر ضرورت کے گھوڑے پر سواری بھی نہیں کرو گے۔ لیکن بعض لوگ اب کفار کے ساتھ سختی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کفار کے ساتھ سختی کرنا بداخلاقی ہے تو کیا نعوذ باللہ نبی ﷺ نے جو یہود کے ساتھ سختی کی ہے یہ بداخلاقی ہے۔ آپ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم 4) یعنی آپ اخلاق کے اعلی پیمانے پر ہے۔

حالانکہ یہود کے ساتھ مخالفت پر علامہ ابن قیمؒ نے کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الیهو د والنصاریٰ" ہے۔ اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے (اقتضاء صراط مستقیم) تو اِن دونوں کتابوں میں اِن حضرات نے یہود کی موافقت اور ان کے ساتھ نرمی برتنے کی سخت تردید کی ہے اسی طرح حدیث میں ہے۔

«لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ، فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ» (صحيح مسلم).

ترجمہ: یہود و نصاریٰ سے ملاقات کے وقت سلام میں پہل نہ کرو اور اگر تم ان سے راستے میں ملو تو انکو تنگ راستے میں چلنے پر مجبور کرو۔

یعنی نبی ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ جب کفار تمھارے ساتھ راستے میں ملے تو انکو تنگ راستے کیطرف مجبور کرو لیکن اب لوگ اس حدیث پر عمل کرنے کو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ انہوں نے اخلاق کے اچھے ہونے اور بُرے ہونے کا مدار جمہوریت پر رکھا ہے یعنی جس قول و عمل میں جمہوریت کا فائدہ ہو تو یہ اچھے اخلاق ہیں۔ اور جس قول و عمل میں جمہوریت کو نقصان ہو تو یہ بُرے اخلاق ہیں۔ اور یہ وہی جمہوریت کے بانی (میکاوٗلی) کا نظریہ ہے۔ جو 4 یا 5 سال قبل المسیح گزرے ہیں اور اسکا نظریہ یہ تھا کہ جس چیز پر اسکی حکمرانی باقی رہتی ہے تو اگرچہ یہ سب سے بُرا کام کیوں نہ ہو، لیکن یہ اچھا کام ہے۔ اور جس پر حکمرانی باقی نہ رہے تو اگرچہ یہ سب سے اچھا کام کیوں نہ ہو، لیکن یہ بُرا کام ہے۔

خلاصہ کلام :

اس پوری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اسی طرح تابعین و تبع تابعین نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہر طرح کی مخالفت بھی کی ہے۔اور انکے ساتھ نرمی کے بجائے سختی سے بھی پیش آئے ہیں۔ لیکن جمہوریت میں نبی ﷺ کے اس موقف کی صراحتاً مخالفت کی جاتی ہے۔اور جمہوریت میں یہود کے ساتھ سختی بھی نہیں کر سکتے بلکہ کہتے ہیں۔ یہ تو ہمارا سیاسی اتحاد ہے اور جمہوریت میں کافر اور مسلمان کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا جاتا ہے اگرچہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ساتواں نقصان: اَلْوَسِیْلَۃُ الْمُحَرَّمَۃُ:۔

یعنی حرام وسیلہ بنانا۔ مفاسد جمہوریت سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس نظام میں حرام وسیلے بنائے جاتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جمہوریت کے بانی میکاولی نے ایک قاعدہ بنایا ہے۔

"اَلْغَایَۃُ تُبَرِّرُ الْوَسِیْلَۃُ"

قاعدہ: یعنی مقصد ذرائع کو نیک بناتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ کا مقصد درست ہو تو پھر جس راستے کو آپ اختیار کریں یہ ٹھیک ہو گا۔ لیکن اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا اور اسکی مثال تو یہ ہے کہ اگر آپ نعوذ باللہ سینما کھول کر مال جمع کرتے ہو اور آپ کا مقصد یہ ہو کہ میں اس مال پر حج کروں گا۔ یا یہ مال مجاہدین کو دوں گا یا یہ مال مدارس اور مراکز میں استعمال کروں گا۔ تو کیا اس مقصد سے سینما کے ذریعے مال کمانا درست ہو گیا؟ ہر گز نہیں لیکن جمہوریتی حضرات کا قاعدہ

ہے۔ کہ **الغاية تبرر الوسيلة** کہ مقصد زرائع کو نیک بناتا ہے۔ اور یہی قاعدہ اور طریقہ اہل کتاب کا بھی تھا۔ جسکا بیان اللہ تعالیٰ اسطرح کرتا ہے۔

{وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ} [آل عمران: 72]

ترجمہ: اہل کتاب کے ایک گروہ نے (ایک دوسرے سے) کہا ہے کہ: جو کلام مسلمانوں پر نازل کیا گیا ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آؤ، اور دِن کے آخری حصے میں اس سے انکار کر دینا، شاید اس طرح مسلمان (بھی اپنے دین سے) پھر جائیں۔

تو اس آیت مبارکہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے نزدیک تو اسلام قبول کرنا ایک حرام کام تھا۔ لیکن وہ اس قاعدے کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ صبح اسلام کو قبول کرو اور مغرب کے وقت پھر انکار کرو۔ تو اسمیں یہود کا مقصد یہ تھا کہ **لعلهم يرجعون** کہ یہ اور لوگ بھی اسلام سے انکار کرے تو مقصد کو پورا کرنے کیلئے اُنھوں نے ایک ناجائز کام جو اُن کے نزدیک اسلام قبول کرنا ہے اسکو بھی جائز قرار دیا۔

تو یہی طریقہ مسلمانوں نے بھی اپنایا۔ اور کہا کہ ہمارا مقصد تو نیک ہے۔ جو اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔ تو اگرچہ جمہوریت ایک کفری نظام ہے۔ لیکن ہم تو اسکے ذریعے اسلام لانا چاہتے ہیں اسلئے ہمارے لیے اسمیں حصہ لینا بہترین عبادت ہے اور ہم تو اس سے دین کی عظیم خدمت کرتے ہیں۔ حالانکہ دوسری طرف اسکو نہیں دیکھتے کہ پارلمنٹ میں شریعت کا کس طرح مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ تو اس مقصد کیوجہ سے پھر اِنکو جمہوریت میں حصہ لینا دین کی خدمت نظر آتی ہے۔

اس وجہ سے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس بات پر نناوے (99) دلائل پیش کئے ہیں۔ کہ مقصد کے ذریعے وسیلہ حلال نہیں ہوتا کہ آپ کہیں کہ مقصد درست ہے۔ تو وسیلہ بھی درست ہو جائے گا۔ اسکی ایک دوسری مثال یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کیا ہے۔ اور حرمت کیوجہ یہ ہے کہ یہ آدمی کے عقل کو ختم کرتا ہے تو کیا؟ جب آپ یہ سوچیں کہ ایک قطرے شراب سے تو عقل کو نقصان نہیں پہنچتا اور جسم کو تقویت بھی ملتی ہے۔ تو کیا اس مقصد سے شراب کا قطرہ حلال ہو جائے گا۔ کلّا وحا شا ہر گز نہیں۔

آٹھواں نقصان: تَفْرِيْقُ وَحْدَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ:۔

مفاسد جمہوریت میں سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہے۔ کہ اس میں مسلمانوں کے اجتماعیت اور وحدت کو توڑنا اور ان میں تفریق ڈالنا ہے اور یہ ایک حرام کام ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور نبی ﷺ نے اپنے احادیث کے ذخیرہ میں اس سے منع فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: { إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ } [الأنعام: 159]

ترجمہ: (اے پیغمبر) یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے، اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے حوالے ہے۔ پھر وہ انہیں جتلائے گا کہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ گروہ بن گئے تو لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ یعنی آپ انکے

منہج اور دین پر نہیں تو دیکھو جن لوگوں نے تفریق لایا اور یہ حرام کام کیا تو اللہ نے اِن لوگوں کو نبی ﷺ کے دین سے الگ کر دیا۔ اور اس کام سے نبی ﷺ نے بھی منع فرمایا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ» (صحیح مسلم)

ترجمہ: جو شخص تمہارے پاس آوے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمع ہو وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا تو اس کو مار ڈالو۔

دیکھو! اس حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تمہارے پاس آئے اور تمہارے اجتماعیت برقرار ہو لیکن یہ آدمی تمہارے اجتماعیت کو توڑنا چاہتا ہو۔ تو وہ نبی ﷺ جسکے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے {رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ} [الأنبياء: 107] دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ {حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ} [التوبة: 128] اِن صفات کے باوجود اس شخص کے قتل کا فتویٰ خود دیتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جس شخص کے قتل کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا ہے۔ آخر اسکا جرم کیا ہے۔ تو اسکا جرم صرف یہی ہے۔ کہ یہ مسلمانوں کے اجتماعیت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ تو اس وجہ سے یہ مباح الدم بن گیا۔ اس کے برخلاف جمہوریت آپ کو کھلم کھلا اجازت دیتا ہے۔ کہ جتنی پارٹیاں بنا سکتے ہو بناؤ اور مسلمانوں میں تفریق ڈالو تو یہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف کام ہے جسکی جمہوریت بھرپور خدمت کرتی ہے اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا۔

«إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ، فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا» (صحیح مسلم)

ترجمہ: جب دو خلفاء سے بیعت کی جاوے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو اس کو مار ڈالو۔ (اسلئے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی نبی ﷺ نے آدمی کے قتل کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر کہ وہ آدمی خلیفہ کیوں نہ ہو۔ لیکن جب مسلمانوں کے اجتماعیت کو توڑنا چاہتا ہے۔ تو پھر وہ مباح الدم بن جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب نبی ﷺ نے اس قسم کے لوگوں کے قتل کا فیصلہ کیا تو یہ نبی ﷺ کا مسلمانوں کے اجتماعیت پر حرص تھا۔ لیکن جمہوریت بھرپور اسکے خلاف کرتا ہے۔

اور مسلمانوں کے اجتماعیت کو ختم کرنا اور اِن میں تفرقہ ڈالنا اس کو اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب ذکر کیا ہے:

{قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ} [الأنعام: 65]

ترجمہ: کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کر کے ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔

دیکھو اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کے انواع واقسام بیان کیئے ہیں۔ کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر آسمانی یا زمینی عذاب نازل کر دے اور تیسرا قسم عذاب یہ ہے۔ کہ تم کو فرقہ واریت کا لباس پہنا دے گا۔ تو معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرقہ واریت کو بطور عذاب ذکر کیا۔ تو جمہوریت کا ہم پر مسلط ہونا بھی اللہ کا ایک عظیم عذاب ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جمہوریت کا ایک زہریلا نقصان یہ بھی ہے۔ کہ یہ مسلمانوں کے اجتماعیت کو ختم کرتا ہے۔ جو ایک حرام کام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نواں نقصان: هَدمُ مُوَاخَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ:-

اُخوت اسلامی ختم کرنا ہے۔

جب مسلمانوں کا اجتماعیت ختم ہو جائے تو اس کے ساتھ خود بخود اخوت اسلامی ختم ہو جائے گی۔ تو جمہویت کا ایک نقصان یہ بھی ہے۔ کہ اسکے ساتھ اُخوت اِسلامی ختم ہوتا ہے۔ اور لوگوں میں اُخوت حزبی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ لوگ اس اُخوت حزبی میں اس درجے کو پہنچ جاتے ہیں۔ کہ اگر ایک طرف عالم دین اور شیخ الحدیث کھڑا ہو اور دوسری طرف ایک فاسق اور فاجر آدمی کھڑا ہو۔ تو پھر اس اُخوت حزبی کیوجہ سے اس عالم دین کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ اور پھر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ} [الحجرات: 10]

ترجمہ: بیشک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

کہ مسلمانوں میں اُخوت اسلامی ہو گا۔ لیکن جمہوریت اس اُخوت اِسلامی کو ختم کرتا ہے۔

میرے بھائیوں!

میں تم کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ذرا اِن نقصانات کو کھلی آنکھوں سے دیکھو پھر جمہوریت میں شرکت کرو۔

دسواں نقصان: اَلتَّعَصُّبُ الْقَوْمِيَّةِ:-

قوم پرستی پیدا کرنا ہے۔

جمہوریت کے پیدا شدہ نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اسکے ذریعے مسلمانوں میں قوم پرستی پیدا ہوتی ہے۔ اور قوم پرستی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بہت خطرناک چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ {وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا} [الحجرات: 13]

ترجمہ: اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تم کو شعبے اور قبائل بنادیا اسلئے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ پہچان کر سکو یعنی لوگوں کا تقسیم کرنا صرف تمیز کیلئے ہے۔ اختلافات کیلئے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قوم پرستی کو حمیة الجاهلية سے تعبیر فرمایا ہے۔

{إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ} [الفتح: 26]

ترجمہ: (چنانچہ) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں اس حمیت کو جگہ دی جو جاہلیت کی حمیت تھی۔

اس آیت مبارکہ میں تو اللہ تعالیٰ نے قوم پرستی کو غیرت جاہلی کہا ہے۔ اور نبی ﷺ نے اسکو دعوی جاہلیت کہا ہے۔

←ایک اہم وضاحت !!!

ہم تو یہ سوچتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے جو دور گذرا ہے صرف وہی جاہلیت کا زمانہ ہے۔ پھر جاہلیت نہیں آسکتی حالانکہ جاہلیت کے اپنے مراتب ہیں۔

مراتب جاہلیت:

مفسر قرآن حضرت ابن عباس اللہ تعالیٰ کے مذکورہ قول کے تحت فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ الْأُولٰى إِلَّا وَلَهُ أُخْرٰى

میں نے پہلا نہیں دیکھا مگر اسکا دوسرا بھی ہوتا ہے۔

تو یہاں حضرت ابن عباس نے فرمایا ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ پہلی جاہلیت تو نبی ﷺ کے زمانے میں گذری ہے اور دوسری جاہلیت اب آئے گی تو ہم کو کیسے معلوم ہو گا کہ اب دوسری جاہلیت ہے تو ظلال القرآن میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جاہلیت کے چار مراتب وارکان ذکر کئے ہیں۔

(1) ظن الجاہلیة (2) حکم الجاہلیة (3) حمیة الجاہلیة (4) تبرج الجاہلیة

اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جمہوریت میں یہ جاہلیت کے سب مراتب موجود ہے۔اور جمہوریت ان کا حامی بھی ہے۔

پہلا قسم ظن الجاہلیة تو جمہوریت میں تو فیصلہ اکثریت پر ہوتا ہے۔ اقلیت اگرچہ حق پر ہو لیکن لوگ یہ سوچتے ہیں۔ کہ یہ ہر گز کامیاب نہیں ہو سکتے تو یہ اللہ پر ظن الجاھلیۃ ہے۔

دوسرا قسم حکم الجاھلیۃ ہے۔ یہ تو جمہوریت کا ثمرہ ہے۔ کہ اس میں فیصلہ غیر اللہ کے قانون پر ہوتا ہے۔

تیسرا قسم حمیتہ الجاہلیۃ ہے۔ (غیرت جاہلی) جسکو قوم پرستی بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جمہوریت میں اکمل طریقے سے موجود ہے۔

چوتھا قسم تبرج الجاہلیۃ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جمہوریت نے ہر شخص کو آزادی دی ہے اور مرد اور عورت ان کے نزدیک برابر ہیں۔ تو اس پورے تفصیل سے یہ بات سورج کی طرح واضح ہو گئی کہ جمہوریت ایک جاہلی نظام ہے۔ اور جب ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جاہلیت اولیٰ کے طرح ہیں۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلا، قَالَ: يَا لَفُلانٍ، وَيَا لَبَنِي فُلانٍ، فَقَالَ لَهُ: اعْضَضْ بِهَنِ أَبِيكَ، وَلَمْ يُكْنِ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، مَا كُنْتَ فَحَّاشًا، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعِضُّوهُ بِهَنِ أَبِيهِ وَلا تَكْنُوا» (شرح السنة)

ترجمہ: اور قوم پرستی کے بارے میں تو نبی ﷺ خلق عظیم کے مالک فرماتے ہیں۔ کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو جو اپنی طرف نسبت جاہلی کرتا ہے۔ کہ میں فلاں نسبت والا ہوں تو اس کے منہ میں اس کے باپ کے عیوب ٹھونس دو اور کنایہ اختیار نہ کرو تو نبی ﷺ نے قوم پرستی سے اس سخت وعید کے ساتھ منع فرمایا ہے لیکن جمہوریت پھر بھی قوم پرستی کا قائل ہے۔ اور یہ حدیث مسند احمد اور جامع الترمذی دونوں میں بھی موجود ہے۔

گیارھواں نقصان: تَفْوِيْضُ أَمْرٍ إِلىٰ غَيْرِ أَهْلِهِ:-

جمہوریت کے زہریلے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس میں خلافت کا معاملہ نااہلوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جب جمہوریت میں الگ الگ فرقے بن جائے تو پھر ہر آدمی اپنے قائد اور لیڈر کے لئے کوشش کرتا ہے۔ کہ حکومت اسکو مل جائے اور اس کو نہیں دیکھتے کہ یہ حکومت کا اہل ہے یا نہیں۔

حالانکہ خلافت کو حدیث میں امانت کہا ہے۔ اور جب خلافت ضائع ہو جائے تو گویا کہ امانت ضائع ہو گئی جیسا کہ نبی ﷺ سے ایک اعرابی نے پوچھا ؛ کہ قیامت کب ہو گی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جب امانت ضائع ہو جائے تو پھر قیامت کا انتظار کر۔ اُس شخص نے پوچھا کہ امانت کا ضائع ہونا کس طرح ہو گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ»

ترجمہ: جب خلافت نااہل کے سپرد کر دی جائے تو پھر قیامت کا انتظار کر۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ العَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالاً، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» (صحيح البخاري)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ علم کو آخری زمانہ میں اس طرح نہیں اُٹھائے

گا کہ لوگوں کے دل و دماغ سے کھینچ کر اس کو نکال دے، بلکہ علم کو اس طرح اُٹھالے گا کہ علماء کو اس دنیا سے قبض کرلے گا، یہاں تک کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رہے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو امام بنالیں گے اور ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ لوگوں کو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ لھٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اور فتویٰ بغیرِ علمٍ یہ بھی ہے۔ کہ آج کل لوگ جمہوریت کے جواز پر فتوی دیتے ہیں۔

بارھواں نقصان: اَلتَّعَاوُنُ عَلَى الْإِثْمِ :-

جمہوریت کا ایک زہر یہ بھی ہے۔ کہ اس میں تعاون علی الاثم آتا ہے۔ یعنی گناہ میں دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ {وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ} [المائدة: 2]

ترجمہ: اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

جب آپ نے ایک لیڈر کو ووٹ دیدیا پھر یہ لیڈر جتنے مظالم کرے گا یا شریعت کی توہین کرے گا اس میں آپ کا بھرپور حصہ ہو گا۔ حالانکہ شریعت میں امیر کیوں نہ ہو لیکن جب اللہ کے قانون کے خلاف کرتا ہے۔ تو فرمایا:۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الخَالِقِ» (شرح السنة)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت لازم نہیں۔

یعنی جب اللہ کی نافرمانی ہو تو پھر شرعی امیر کی اطاعت بھی واجب نہیں اور اللہ فرماتے ہیں:

{وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ} [هود: 113]

ترجمہ: اور مت جھکو انکی طرف جو ظالم ہیں، پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمھارا اللہ کے سواء مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

←واقعہ:

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا امیر بنایا، جب یہ سفر پر باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسی بات پر غصہ آگیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

فَاجْمَعُوا حَطَبًا، فَجَمَعُوا حَطَبًا، ثُمَّ دَعَا بِنَارٍ، فَأَضْرَمَهَا فِي الْحَطَبِ، ثُمَّ قَالَ: عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَتَدْخُلُنَّهَا، فَهَمَّ الْقَوْمُ بِذَلِكَ، فَقَالَ لَهُمْ شَابٌّ مِنْ أَحْدَثِهِمْ: لَا تَعْجَلُوا أَنْ تَدْخُلُوا النَّارَ، فَإِنَّمَا فَرَرْتُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ، حَتَّى تَأْتُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ

تَدْخُلُوا فَادْخُلُوا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «لَوْ دَخَلْتُمُوهَا مَا خَرَجْتُمْ مِنْهَا أَبَدًا» (مسند البزار)

ترجمہ: میرے لئے لکڑی جمع کر دو توانہوں نے جمع کئے پھر ان سے فرمایا کہ ایک گڑھا کھود دو، توانہوں نے گڑھا کھودا پھر ان سے فرمایا کہ اس میں آگ جلا دو تو انہوں نے آگ جلائی پھر ان سے فرمایا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو بعض لوگوں نے بعض کی طرف دیکھا تو اِن میں سے ایک نوجوان نے کہا کہ ہم تو اسلام میں اس لئے داخل ہوئے تھے کہ آگ سے نجات پالیں اور آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ ہم ضرور رسول اللہ ﷺ کو خبر دار کریں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب سفر سے واپس ہوئے تو نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچائی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس آگ میں داخل ہوئے ہوتے تو ہمیشہ کیلئے اس سے نہ نکلتے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر شرعی امیر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب تعاون علی الاثم ہو تو پھر اسکی بات بھی نہیں مانی جائے گی۔

تیرھواں نقصان: اَلتَّزْكِيَّةُ حَسْبَ الْمَصْلَحَةِ:-

مفاسد جمہوریت میں سے ایک مفسد اور نقصان یہ بھی ہے۔ کہ لوگ اپنے مصلحت یعنی مال حاصل کرنے کے لیے لیڈروں کا تزکیہ بیان کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جمہوریت میں ایک لیڈر رہو گا۔ جس نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی نافرمانی میں گزاری ہو گی۔

اور نیکی کا کام تو اس نے کبھی غلطی سے بھی نہیں کیا ہو گا۔ لیکن جب وہ انتخابات میں حصہ لے لیں تو پھر لوگ اپنے مفاد کے لیے اس کا تزکیہ بیان کرتے ہیں اور اس کو قِسم قِسم کے القابات سے نوازیں گے۔ مثلاً بے داغ ماضی، اور نڈر قیادت، اور نوجوان قیادت، غریبوں کا غم خوار، بے باک، وغیرہ حالانکہ یہ یہود کی صفت ہے۔ کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا ہو اور اسکے ذریعے انکی صفت بیان کی جائے تو اس پر وہ بہت خوش ہوتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہیں:

{لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ} [آل عمران: 188]

ترجمہ: تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں تعریف بن کئے پر، سو نہ جان کہ وہ خلاص ہیں عذاب سے اور اُن کو دُکھ کی مار ہے۔ (معارف القرآن ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ)

تو یہ یہود کی صفت ہے۔ کہ جو کام نہ کیا ہو۔ اور اسکے ذریعے آپ کی صفت بیان کی جائے۔ اور یہ متبعین ان لیڈروں کے صفات اسلئے بیان کرتے ہیں۔ کہ پھر اسکے ذریعے ان سے مال حاصل کرتے ہیں، حالانکہ یہ ایک خبیث آدمی کی صفت ہے۔ اور یہ حکومت اور خلافت اللہ کا عہدہ ہے۔ تو جو لوگ اس عہدے کے بدلے پیسے لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ } [آل عمران: 77]

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا اور انہیں پاک بھی نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وہ لوگ جو خلافت کے عہدے کے بدلے پیسے لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے چار قسم کے عذاب بیان کئے ہیں (1) ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔(2) اللہ ان کے ساتھ کلام نہیں کریگا۔ (3) اللہ ان کے طرف نظر نہیں کریگا۔(4) اور نہ ان کو پاک کیا جائے گا۔

←**نوٹ** :- یہاں جو کلام اور نظر سے نفی کی گئی ہے تو اس سے مراد رحمت والا کلام اور نظر ہے۔ ورنہ غضب کا کلام تو ہوگا۔

← عجیب لطیفہ !!!

یہاں میں آپ کو ایک بات بطور خوش مزاجی کے بیان کرتا ہوں لیکن حقیقت ہے کہ جب آپ بات کو سمجھ لیں تو آپ کو بھی بے اختیار ہنسی آجائے گی۔

دیکھو انتخابات میں یہ متبعین اپنے لیڈروں کے اتنے صفات بیان کرتے ہیں۔ کہ اس کا درجہ فرشتوں سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔

لیکن کچھ دنوں میں جب یہ لیڈر ران پر پیسے بند کر دیتے ہیں تو پھر متبعین کی حالت دیکھو یہ اپنے ہی اس لیڈر کو ایسی گالیاں دیتے ہیں۔ جن کی معانی کسی ڈکشنری میں بھی نہیں ملے گی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق بن جاتے ہیں- {وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ} [الحج: 11]

ترجمہ: اور بعض وہ لوگ ہیں کہ اللہ کی بندگی کنارے پر ہو کر کرتے ہیں پھر اگر اسے کچھ فائدہ پہنچ گیا تو اس عبادت پر قائم ہو گیا اور اگر تکلیف پہنچ گئی تو منہ کے بل پھر گیا دنیا اور آخرت گنوائی یہی وہ صریح خسارا ہے۔

تو ایسا آدمی پھر پیسوں کا غلام بن جاتا ہے بخاری شریف میں حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلاَ انْتَقَشَ] (صحيح البخاري)

ترجمہ: دینار درہم خمیصہ کا بندہ تباہ ہوا۔ اگر اسے دیا جائے تو راضی ورنہ ناراض، ایسا شخص تباہ اور سرنگوں ہوا اگر اسے کانٹا لگے تو پھر نہ نکلے۔

اس شخص کے بارے میں بددعا کرتے ہیں، کہ جو مال کا غلام ہو۔ فرماتے ہیں ہلاک ہو جائے دینار اور درہم کا غلام اور کپڑے اور چادر کا غلام یعنی اگر کوئی آدمی اسکو کپڑے یا چادر وغیرہ دیدے تو پھر یہ اسکا غلام بن جاتا ہے۔ اور اسکے صفات بیان کرتا ہیں۔ لیکن جب وہ آدمی اسکو کپڑے وغیرہ نہیں دیتے تو پھر یہ غصہ ہوتے ہیں تو ایسے شخص کے بارے میں نبی ﷺ سخت ترین بددعا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسا آدمی ہلاک ہو جائے اور اسکا سر نیچا ہو جائے اور جب اسکے پاؤں میں کانٹا چھب جائے تو وہ نہ نکالا جائے مطلب یہ کہ مصیبت در مصیبت میں یہ آدمی مبتلا ہو جائے۔ اور ایک روایت میں ہے۔

إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ. (الترمذي)

ترجمہ: ہر اُمت کیلئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔

چودھواں نقصان: حِرْصُ الْمُرَشِّح عَلٰی إِرْضَاءِ النَّاخِبِيْن:-

جمہوریت کی فیکٹری میں چھپا ہوا ایک نقصان یہ بھی ہے۔ حِرْصُ الْمُرَشِّح عَلٰی إِرْضَاءِ النَّاخِبِيْن یعنی جو شخص لیڈر بننا چاہتا ہے۔ تو وہ اپنی زندگی کا مقصد یہ بناتا ہے کہ لوگوں کو کس طریقے سے راضی کیا جائے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ انتخابات میں اسکا مقصد اللہ کو راضی کرنا نہیں بلکہ صرف اور صرف لوگوں کا راضی کرنا اسکا مقصود ہے۔ اور یہ منافقین کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ منافقین کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ} [التوبة: 62]

ترجمہ: تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

مطلب یہ کہ نمائندے کا مد نظر صرف لوگوں کا راضی کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ «مَنْ أَسْخَطَ اللهَ فِي رِضَا النَّاسِ سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِ، وأَسْخَطَ عَلَيْهِ مَنْ أَرضاهُ فِي سَخَطِهِ، وَمَنْ أَرْضَى اللهَ فِي سَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَرْضَى عَنْهُ مَنْ أَسْخَطَهُ فِي رِضَاهُ۔۔۔» (المعجم الكبير للطبراني)

ترجمہ: کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے لوگوں کو راضی کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جائے گا اور لوگ بھی اس سے ناراض ہو جائیں گے اور جس نے لوگوں کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا تو اللہ تعالی بھی اس سے راضی ہو جائے گا اور لوگ بھی اس سے راضی ہو جائیں گے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی ناراضگی سے لوگوں کو خوش اور راضی کیا تو اللہ اس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور اس نے اپنے نمائندگی میں جتنے کام لوگوں کے راضی کرنے کے لیے کیئے ہیں۔ مثلاً کسی جگہ لوگوں کو راضی کرنے کے لیے روڈ بنایا ہو تو پھر پانچ سو مرتبہ اسکا ذکر کرتا ہے کہ میں نے فلاں جگہ میں روڈ بنایا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ یہ روڈ تو اس نے لوگوں کو راضی کرنے کے لیے بنائی ہے لیکن پھر بھی لوگ اس سے راضی نہیں ہوتے اور اسکے پیچھے باتیں کرتے ہیں۔ کہ اس کام میں تو اس نے کم از کم چار یا پانچ کروڑ روپے اپنے لیے چھپائے

ہیں۔ اور یہ حقیقت بھی ہے۔ تو پھر لوگ بھی ناراض اور اللہ بھی ناراض۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

؎[نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے نہ خدا ملا نہ وصال صنم]

تو جمہوریت کا ایک نقصان یہ بھی ہے۔ کہ اسمیں اللہ کی ناراضگی سے لوگوں کا راضی کرنا مقصود ہوتا ہے۔

پندرھواں نقصان: اَلتَّزْوِیْرُ وَالْمُغَالَطَۃُ:-

تمہارے اسلامی جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس میں لیڈر جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کو اپنا شیوا بنا دیتے ہیں۔ یعنی لوگوں کو جھوٹ بولنا اور ان کو دھوکہ دینا۔

(ایک قابلِ غور نقطہ)

میرے بھائیوں سورہ توبہ کی اس آیت کو دیکھو جو مسجد ضرار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تو بعینہ یہ آیت جمہوریت پر اور انکے لیڈروں پر صادق آتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

{وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ} [التوبة: 107]

ترجمہ: اور جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لیے مسجد بنائی ہے اور واسطے گھات لگانے ان لوگوں کے جو اللہ اور اُس کے رسول سے پہلے لڑ چکے ہیں اور البتہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھی اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان منافقین کا بیان کرتے ہیں۔ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنایا مطلب یہ کے ظاہر میں مسجد ہے۔ لیکن حقیقت میں ضرر ہے۔ اسی طرح جمہوریت بھی ظاہر میں آزادی اور اسلام کا نعرہ لگائے گا۔ لیکن حقیقت میں یہ ضرر بالا سلام ہے۔ پھر اللہ فرماتے ہیں: مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا تو جمہوریت بھی ظاہر میں اسلامی جمہوریت نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں کفر در کفر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مسجد کی ایک صفت یہ بھی ہے وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ" کہ مسلمانوں کے اجتماعیت کو تھوڑنا ہے"۔ تو جمہوریت کے ساتھ تو تفریق بین المسلمین لازم ہے۔ تفصیل کے لئے چند صفحے پہلے آٹھ نمبر نقصان ملاحظہ ہو۔ پھر فرمایا: وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ" کہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ مسجد گھات ہے"۔ اسی طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے جمہوریت بہترین گھات ہے یہی وجہ

ہے۔ کہ پھر جب اسلامی ممالک میں جمہوریت کا خاتمہ ہو۔ تو پھر وہ لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ یہ ان کے لیے گھات ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مسجد ضرار کے لوگوں کی صفت بیان کرتے ہیں: وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ " کہ یہ لوگ قسم کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو نیک ہے"۔ اب یہی صفت جمہوریت کے افراد میں بھی موجود ہے۔ جو کہ لوگوں کو قسمیں کھائیں گے کہ ہم تو جمہوریت کے ذریعے اسلام چاہتے ہیں اور ہم کو مضبوط کر دو۔ پھر دیکھو کہ کس طرح اسلامی نظام نافذ کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ جب وہاں پہنچ جاتے ہیں تو پھر نہ اسلام ہوتا ہے۔ نہ اسلامی نظام اسی طرح دوسرا آدمی یہ قسم کھائے گا۔ کہ میرا مقصد تو صرف قوم کی خدمت کرنا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ "اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں"۔

تو دیکھو مسجد ضرار کی تعریف کس طرح جمہوریت پر صادق آتی ہے۔ کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکے دیتے ہیں۔ اور نبی ﷺ فرماتے ہیں: «مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ» (المعجم الكبير للطبراني)

ترجمہ: یعنی جو دھوکہ دیتا ہے۔ اور ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ اور ماکِر (مکر کرنے والا) اور خادِع (دھوکہ دینے والا) آگ میں ہوں گے۔

اور میں کہتا ہوں کہ جھوٹ بولنے کا سب سے بڑا مرکز اسمبلی ہے۔ خواہ صوبائی اسمبلی ہو یا قومی۔ اور اللہ تعالیٰ عباد الرحمٰن کی صفت بیان کرتے ہیں تو آخر میں فرماتے ہیں: {وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا} [الفرقان: 72]

ترجمہ: اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گذریں تو سنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔(بیان القرآن)

کہ یہ لوگ جھوٹ بولنے کے مجلس میں حاضر نہیں ہوتے تو جمہوریت کے نقصانات میں سے یہ بھی ہے۔ کہ اسکا مدار جھوٹ بولنے اور دھوکہ پر ہے جو ایک حرام کام ہے۔

سولھواں نقصان: صَرْفُ الْأَمْوَالِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهَا الشَّرْعِيِّ:-

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس میں لوگوں کے اموال غیر شرعی جگہ میں خرچ ہوتے ہیں۔ اور یہ قبیح کام ہے۔ کہ مال کو آدمی فضول جگہ میں خرچ کردے۔ دیکھو یہ جمہوری حضرات بیت المال اور ملک کے خزانے کا کتنا حصہ لوگوں سے ووٹ کو خریدنے میں خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ } [النساء: 29]

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مال کو باطل طریقے سے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن جمہوریت اس حکم میں آپ کو جواز کا فتوی دیتا ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا۔

«إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ القِيَامَةِ» (صحيح البخاري).

ترجمہ: بہت سے آدمی اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں، پس ان کیلئے قیامت کے دن آگ ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لاَ يُبَالِي المَرْءُ بِمَا أَخَذَ المَالَ، أَمِنْ حَلاَلٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ» (صحيح البخاري).

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایسازمانہ آنے والا ہے، کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے حلال سے کمائی کی یا حرام سے۔

اور یہ وہی زمانہ ہے۔ کہ آدمی حلال اور حرام کی تمیز نہیں کرتا اور یہ سب انتخابات کا ثمرہ ہے۔اور مال کا فتنہ ایک بہت خطرناک چیز ہے۔ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے فرمایا:

"يوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكلة إلى قصعتها" فقال قائل: ومن قلة نحن يومئذ؟ قال: "بل أنتم يومئذ كثير، ولكنكم غثاء كغثاء السيل، ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم، وليقذفن الله في قلوبكم الوهن". فقال قائل: يا رسول الله، وما الوهن؟ قال: حب الدنيا وكراهية الموت" (سنن أبي داؤد).

ترجمہ: "کہ قریب ہے کہ تم پر دنیا کی اقوام چڑھ آئیں گی (تمہیں کھانے اور ختم کرنے کے لئے) جیسے کھانے والوں کو کھانے کے پیالے پر دعوت دی جاتی ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس زمانہ میں بہت کم ہوں گے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ تم اس زمانہ میں بہت کثرت سے ہوں گے لیکن تم سیلاب کے اوپر چھائے ہوئے کوڑے کباڑے کی طرح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت ورعب نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں بزدلی ڈال دے گا کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہن (بزدلی) کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری"۔

ستارھواں نقصان: قبولُ المُرَشّحِ دُوْنَ النَّظَرِ إِلَى الْفَسَادِ الْعَقْدِيِّ:-

جمہوریت کا ایک نقصان یہ بھی ہے۔ کہ ہر گروہ کا مقصد اپنے لئیے لیڈر بنانا ہے۔ قطع نظر عقیدے کے فساد کے یعنی جمہوریت میں نمائندگی کرنے کے لئے اسلام شرط نہیں بلکہ اس میں مسلمان، کافر، ہندو، یہودی سب برابر ہیں۔ یعنی جس طرح مسلمان نمائندہ بن سکتا ہے۔ اس طرح کافر بھی بن سکتا ہے۔ اور یہ قرآن کے صریح آیت سے انکار ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب لوگ نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ تو عقیدے کے فساد کو نہیں دیکھتے صرف اپنا حاکم بناتے ہیں۔

اور پھر اس میں اس درجے کو پہنچ جاتے ہیں۔ کہ بعض لوگ تو کہتے ہیں۔ کہ اگر فلاں پارٹی والے نے ہمارے لیے گدھے یا کتے کو منتخب کیا تو ہم اس کو بھی ووٹ دیں گے۔ اور جمہوریت میں ہندو بھی بھرپور حصہ لے سکتا ہے۔ تو کھلے کانوں سے سُن لیجئے کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کی اس آیت سے صاف انکار لازم آتا ہے۔

{وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا} [النساء: 141].

ترجمہ : اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کا ہر گز کوئی راستہ نہیں رکھے گا۔

تو میں ان علماء سے پوچھنا چاہتا ہوں ۔ جو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے جمہوریت کا تقسیم کرتے ہیں۔ کہ ایک اسلامی جمہوریت ہے اور دوسرا مغربی لیکن جمہوریت میں اسلام کہاں ہے جمہوریت تو سر سے پاؤں تک کفر ہی کفر ہے۔

بالفرض اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کرلیں۔ کہ اسلامی جمہوریت ہے۔ لیکن تمہارے اس اسلامی جمہوریت کے ساتھ تو یہی مذکورہ بالا آیت سے انکار لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب ہندو ہم پر حاکم بن جائے تو پھر جو بھی قانون اس نے بنایا تو ہم اس پر راضی ہوں گے۔ اور کیا ہندو آپ کے لئے اسلام کا نظام نافذ کرتا ہے۔ کلا وحاشا

اٹھارہواں نقصان: سَلْبُ الشَّرَائِطِ لِلْحَاكِمِ :-

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ شریعت نے حاکم کے لیے کچھ شرائط مقرر کی ہیں۔ کہ ان شرائط کے بغیر آدمی حاکم نہیں بن سکتا لیکن جمہوریت میں وہ سب مفقود ہے۔ مثلا

1 ۔ اسلام :

شریعت میں حاکم بننے کے لیے سب سے پہلا شرط یہ ہے۔ کہ حاکم مسلمان ہوگا،۔ لیکن جمہوریت میں یہ شرط ضروری نہیں ہے۔

2 ۔ بلوغ :

یعنی حاکم کے لیے شریعت نے ایک شرط یہ بھی مقرر کی ہے۔ کہ یہ بالغ ہوگا۔

3. رجل :

شریعت میں حاکم بننے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مرد ہوگا۔ عورت کے حاکمیت کی بھی اجازت نہیں ہے۔ لیکن جمہوریت میں آپکو یہ اجازت ہے۔

4 ۔ سلیم العقل ہونا :

حاکم بننے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ یہ مجنون نہ ہوگا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کا ہر حاکم مجنون ہوتا ہے۔

5 ۔ حرُ ہونا:

اور جو آدمی حاکم بنتا ہے۔ وہ حر ہوگا، 'غلام' حاکم نہیں بن سکتا۔

6. ابتداءً فاسق نہ ہو:

یعنی ابتداءً فاسق کے ہاتھ پر بیعت درست نہیں ہاں اگر بعد میں فاسق ہو گیا تو پھر فسق کی وجہ سے اسکو معزول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مسئلہ احادیث کے شروح میں بھی ہے۔اور یہ فقہ کی کتابوں میں بھی ہے۔کہ " لا ينعقد الإمامةُ لفاسقٍ ابتداء ولو تطرأ عليه الفسق لا ينعزل".

ترجمہ: ابتداءً فاسق کے ہاتھ پر بیعت درست نہیں لیکن اگر بعد میں فاسق ہو گیا تو پھر فسق کی وجہ سے اس کو معزول نہیں کیا جاسکتا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مسئلہ امامت کبری میں ہے۔ چھوٹے چھوٹے امراء کو پھر بڑا امیر معزول کر سکتا ہے۔تو دیکھو شریعت کے سب شرائط جمہوریت میں مفقود ہے۔

انیسواں نقصان: تَصْبِيْغُ غَيْرِ الشَّرْعِ شَرْعًا:-

غیر شرعی کو شرعی سمجھنا۔

مفاسد جمہوریت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس میں لوگ غیر شرعی کو شرعی سمجھتے ہیں۔یعنی جمہوریت میں حصہ لینے والے حضرات ووٹ کو بھی شرعی مشورہ قرار دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ بعض حضرات جمہوری انتخابات کو اسلام کی عطاء کردہ تصور شورائیت کا مترادف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔اور عام مسلمانوں کو قرآن کریم کی یہ آیت سناتے ہیں۔

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا} [النساء: 58]

ترجمہ: '' اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتوں کو ان کے حق داروں تک پہنچاؤ''۔

چنانچہ ووٹ بھی ایک امانت ہے اس لئے یہ ان کے حق داروں کو پہنچاؤ۔ آیئے انتخابات اور شریعت کے عطا کردہ تصور مشورہ کے مابین چند بنیادی فرق دیکھتے ہیں تاکہ ہم جان سکیں کہ آیا ووٹ واقعی کوئی امانت یا مشورہ یا ایک یکسر فرق تصور ہوتا ہے۔

ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام میں مشورہ ایک رائے ہوتی ہے،۔ اسکو تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ جمہوریت میں جو ووٹنگ کی جاتی ہے۔ اس میں اکثریت کی رائے کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں جن لوگوں سے مشورے کا کہا گیا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے مشورہ اور رائے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ جبکہ جمہوریت میں ووٹ کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ عالم و جاہل، ولی اللہ و زانی، مسلمان اور کافر یہاں سب ایک جیسے ہیں۔

۳۔ شریعت کی رو سے مسلمانوں کے معاملات میں کافر مرتد ، زندیق مشورہ نہیں دے سکتا ہے۔ جبکہ جمہوریت ان سب کو ایک جیسا بنا دیتی ہے۔

۴۔ اسلام میں یہ بات بھی طے ہے۔ کہ مشورہ کن امور میں کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً دین کے بنیادی اُصولوں پر مشورہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان اُصولوں پر جوں کا توں عمل کیا جاتا ہے۔ جبکہ انتخابات میں تو ایک طرف اسلام لانے کے دعویدار اور دوسری طرف خالص سیکولرازم کے علم

بردار کھڑے ہوتے ہیں۔اور عوام اگر سیکولر منشور کو قبول کرلیں اور سیکولر جماعت کو زیادہ ووٹ دیدیں تو اس '' عوامی مینڈیٹ '' کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔

تو یہ جمہوریت کا ثمرہ ہے کہ لوگ ان تمام شرائط کے معدوم ہونے کے باوجود ووٹ کو شہادت کہتے ہیں۔اور ووٹ کو شرعی مشورہ کہتے ہیں۔

جمہوری انتخابات کی مثال یہ ہے۔کہ مثلاً چند اوباش کسی حرام کام کے لیے اکھٹے ہوئے۔ اور یہ طے ہوا کہ اس بار یہ حرام فعل کون کریگا۔اسکا فیصلہ عوام کرے گی۔ چنانچہ عوام سے کہا گیا کہ آپ جس کو اس حرام کے لیے ووٹ دیں گے اس بار وہی یہ کام کرے گا۔اب اگر کوئی یہاں کھڑے ہو کر یہ کہے کہ بھائی یہ مشورہ ہے اور مشورہ امانت ہے۔ تو کیا حرام کام میں مشورہ دینا بالاصل جائز ہے۔کہ اسے امانت قرار دے دیا جائے ؟

بیسواں نقصان: اَلْحُکْمُ بِغَیْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ:-

جمہوریت کے نقصانات میں سے بیسواں نقصان یہ ہے، کہ اس لادینیت میں فیصلے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے بجائے انسانوں کے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے قانون پر ہوتے ہیں۔اور یہ جمہوریت کے نقصانات میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

دیکھو ! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کریں، لیکن اگر عدالت میں قرآن نافذ نہ ہو۔ تجارت عالمی مالیاتی اداروں کے بنائے قوانین کے تحت کی جاتی ہو، نظام حکومت جمہوری ہو۔ تو اللہ کی عبادت کس طرح کی جاسکتی ہے ؟

حالانکہ اللہ تعالی کا منشائ تو یہ ہے۔ کہ روئے زمین سے تمام باطل ادیان کو مٹا کر اللہ تعالی کا بیجھا ہوا دین قائم کر دیا جائے۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر بھی اس دین کے عطا کردہ نظام کے تحت زندگی گزاریں تاکہ کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم نہ کر سکے، مظلوم کو انصاف دلایا جائے، غریب کو عزت سے جینے کا حق دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم صرف مسلمانوں کے مسائل میں ہی نہیں بلکہ کفار کے مسائل و مقدمات بھی (سوائے کچھ شخصی و عائلی معاملات کے) ایسی الٰہی دستور و آئین کے ذریعے حل کئے جائیں گے۔

لیکن آپ اللہ کے صریح حکم سے غفلت کا اندازہ لگائیں۔ کہ کافروں کے مابین فیصلہ تو دور کی بات مسلمانوں کی عدالتیں مسلمانوں کے مابین فیصلے کافروں کے قانون سے کرتے ہیں۔اِسی کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔اور ان فیصلوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے جبر کیا جاتا ہے۔اسکی رٹ کو یقینی بناتے ہیں۔حالانکہ اللہ کا قرآن ہی وہ قانون ہے۔ جس کے مطابق فیصلے کرنے چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ {فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ} [المائدة: 48]

ترجمہ: لہذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔

اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون سے فیصلے کرنا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} [المائدة: 44].

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں۔

اہل سنت والجماعت کو اللہ نے اپنے دین کے لیے منتخب فرمایا اور دین کو افراط و تفریط اور کمی وزیادتی سے محفوظ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ تاکہ یہ طبقہ دین مبین کو ہر قسم ملاوٹ سے پاک کرے تشدد و غلو کے خاردار راستوں سے بچا کر اعتدال کی شاہراہ پر چلائے۔ چنانچہ یہ امت ہر دور میں تاریک سے تاریک فتنوں میں بھی کامیابی سے سفر کرتی رہی۔ دشمنان دین کی طرف سے اڑائے گئے گرد و غبار میں بھی اس جماعت نے حق راہ کی اعتدال کو نہیں چھوڑا۔

علمائے اہل سنت نے اس قافلے کو فکری ڈاکوں مذہبی سوداگروں اور ایمان کے دشمنوں سے بچا کر منزل کی جانب رواں دواں رکھا ہوا ہے۔ آقائے مدنی نے فرمایا: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ» (صحيح مسلم).

ترجمہ: ”ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا کوئی ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آوے (یعنی قیامت) اور وہ اسی حال میں ہوں گے“۔

اسی طرح یہ بات بھی اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے۔ کہ قرآن وحدیث کے ظاہری ترجمہ کو دیکھ کر اس کو وہ معنی پہنادیں۔ جو امت کے اسلاف سے ثابت نہیں ہے۔

اپنے دور میں درپیش کسی مسئلہ میں ہم اس وقت غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ کے بارے میں ہم اسکا ظاہر دیکھ کر فیصلہ سناتے ہیں۔ اور اس تفصیل کو بیان نہیں کرتے جو سلف صالحین نے بیان فرمائی ہیں۔ اسی طرح دوسری غلطی یہ ہوتی ہے۔ کہ اسلاف امت کی بیان کی گئی تفصیل کو آج ہم اسی جگہ ثابت کر جاتے ہیں۔ جہاں وہ منطبق ہو ہی نہیں سکتی۔

زیرِ بحث مسئلہ (قرآن کے علاوہ سے فیصلے کرنا) بھی اسی قسم کے مسائل میں سے ہے۔ جن میں صورت مسئلہ کی گہرائی میں جائے بغیر موجودہ نظام کے بارے میں شرعی حکم بیان کر دیا جاتا ہے۔

بندہ نے کوشش کی ہے کہ صورتِ مسئلہ کو پوری طرح کھول کر بیان کر دیا جائے تاکہ علمائے حق شریعت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں۔

تنبیہ!!

غیر قرآن سے فیصلے کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، یا نہیں۔ اس بحث میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ کہ یہ ساری بحث صرف ایک شرعی حکم سے متعلق ہے۔ یعنی کوئی جج یا حاکم قرآن کے تمام فیصلے نافذ کرتا ہے۔ لیکن صرف ایک قطعی طور پر ثابت شدہ حکم میں غیر قرآن سے فیصلے سناتا ہے۔ مثلاً، زنا کی شرعی سزا کو بدل کر انگریزی قانون میں بیان کردہ سزا کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ تو کیا وہ مکمل دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا یا نہیں؟۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} [المائدة: 44].

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں۔

آیت کا شان نزول:

پہلے اس آیت کی شان نزول (پس منظر) سمجھتے چلیں۔ اس کے بعد اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسرین کے اقوال بیان کئے جائیں گے۔ اگر ہم اس بحث کو اچھی طرح سمجھ لیں تو إن شاء اللہ اسلام و کفر جس کو جدید دجالی ذہنوں نے خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے۔ الگ الگ ہو جائیں گے۔

معارف القرآن میں مفتی شفیع صاحبؒ نے اسکی شان نزول امام بغویؒ کے حوالہ سے اس طرح بیان کی ہے۔ ''یہ زنا کا واقعہ ہے۔ خیبر کے یہودیوں میں یہ واقعہ پیش آیا اور ''تورات'' کی سزا کے مطابق ان دونوں کو سنگسار کرنا لازم تھا۔ مگر یہ دونوں کسی بڑے خاندان کے افراد تھے۔ یہودیوں نے اپنی قدیم عادت کے مطابق یہ چاہا کہ ان کے لیے سزا میں کمی کی جائے اور ان کو یہ معلوم تھا۔ کہ مذہب اسلام میں بڑی سہولتیں دی گئی ہیں'' ۔

اس بناء پر اپنے نزدیک یہ سمجھا کہ اس سزا میں بھی تخفیف ہو گی۔ خیبر کے لوگوں نے اپنے برادری بنی قریظہ کے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ اس معاملہ کا فیصلہ محمد ﷺ سے کر دیں۔ چنانچہ کعب بن اشرف وغیرہ کا ایک وفد ان لوگوں کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا میں مبتلا ہوں۔ تو ان کی کیا سزا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میرا فیصلہ مانو گے انہوں نے اقرار کیا۔

اس وقت جبرائیل امین اللہ تعالی کا یہ حکم لیکر نازل ہوئے کہ انکی سزا سنگسار کر کے قتل کرنا ہے۔ ان لوگوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو بوکھلا گئے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ جبرائیل امین نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ ان لوگوں سے یہ کہیں کہ میرے اس فیصلے کو ماننے یا نہ ماننے میں ابن صوریا کو حکم بنا دو۔ اور ابن صوریا کے حالات و صفات رسول اللہ ﷺ کو بتا دئے۔ آپ ﷺ نے اس وفد سے پوچھا کہ کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو۔ جو گورا مگر ایک آنکھ سے معذور ہے اور فدک میں رہتا ہے۔ جس کو ابن صوریا کہا جاتا ہے؟۔

سب نے اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: آپ لوگ اس کو کیسا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علمائے یہود میں روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اسکو بلاؤ۔ چنانچہ وہ آگیا۔ آپ ﷺ نے قسم دیکر پوچھا کہ اس صورت میں ''تورات'' کا کیا حکم ہے؟ وہ بولا کہ قسم اس ذات کی جس کی قسم آپ نے مجھ کو دی ہے۔ اگر آپ قسم نہ دیتے اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ غلط بات کہنے کی صورت میں تورات مجھے جلاڈالے گی۔ تو میں یہ حقیقت ظاہر نہ کرتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی طرح تورات میں بھی یہی حکم ہے۔ کہ ان دونوں کو سنگسار کر کے قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم پر کیا آفت آئی ہے کہ تم ''تورات'' کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہو۔

ابن صوریا نے بتلایا کہ اصل بات یہ ہے کہ زنا کی شرعی سزا تو ہمارے مذہب میں بھی یہی ہے۔ لیکن ہمارا ایک شہزادہ اس جرم میں مبتلا ہو گیا۔ اسکی رعایت کرتے ہوئے ہم نے اسکو چھوڑ دیا۔ سنگسار نہیں کیا۔ پھر یہی جرم ایک معمولی آدمی سے سرزد ہوا۔ تو ذمہ داروں نے اسکو سنگسار کرنا چاہا تو مجرم کے خاندان والوں نے اسکی مخالفت کی۔ اور کہا کہ اگر یہ شرعی سزا اس کو دینی ہے۔ تو پہلے شہزادہ کو دو، ورنہ ہم اس پر یہ سزا جاری نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بات بڑھی تو سب نے مل کر صلح کر لی کہ سب کے لیئے ایک ہلکی سزا تجویز کر دی جائے اور تورات کا حکم چھوڑ دیا جائے۔ اور اب یہی سب میں رواج ہو گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے بھی اس آیت کی شان نزول اسی واقعے کو قرار دیا ہے۔ دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے۔ کہ تورات میں مذکورہ یہ سزا منہ کالا کر کے دونوں کو الٹا گدھے پر بیٹھا کر شہر کے چکر لگانا پھر 'کوڑے مارنا' تھی۔

چند قابل غور باتیں!!!

اول: آپ ان یہودیوں کا تورات کی سچائی پر ایمان دیکھے کہ وہ غلط بات کہنے کی صورت میں اس بات سے ڈر رہا ہے۔ کہ تورات اسکو جلا ڈالے گی۔ اس کے ساتھ اللہ کی وحدانیت پر یقین بھی ملاحظہ فرمایئے کہ قسم دیئے جانے پر ایسا سچ بولنے پر امادہ ہو گیا۔ جس سے اس کی پوری قوم و مذہب کی بے عزتی ہوتی ہے۔

دوم: انہوں نے تورات کے حکم سنگسار سے اس طرح انکار نہیں کیا تھا۔ کہ وہ اس کے منزّل مِنَ اللہ (اللہ کی جانب سے نازل کردہ) ہونے کے منکر ہو گئے تھے۔ بلکہ انہوں نے تورات کے حکم کے مقابلے میں اپنی طرف سے ایک اور قانون منظور کر لیا تھا۔ اور اسی کو نافذ کر دیا تھا۔

سوم: علمائے یہود نے تورات کے اندر رجم کے حکم کو ترمیم شدہ قانون کی دستاویز یا دستور کی شکل میں لکھا نہیں تھا۔ اور نہ ہی تورات کے مقابلہ میں کوئی دستور تحریری طور پر تیار کیا تھا۔ بلکہ ابھی تک تورات میں اللہ کا نازل کردہ قانون رجم ہی موجود تھا۔ یہ ترمیم صرف زبانی کلامی کی گئی تھی۔ جبکہ آج اللہ کے قرآن کے مقابلے میں ایک دستور تحریری طور پر تیار ہے۔ جسکو پڑھایا جاتا ہے۔ اور قرآن کی بجائے اسکو جبراً ملک میں نافذ کیا گیا ہے۔ اسکے اندر بے شمار خلاف شرع ترمیمات موجود ہیں پھر بھی اسکو اسلامی کہا جاتا ہے۔ گویا قرآن اسلامی نہیں۔ بلکہ اسلامی وہ ہے۔ جو آئین پاکستان میں ہے یا جو چور کے ہاتھ کاٹنے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کے قوانین محمد ﷺ لے کر آئے ہیں وہ اسلامی نہیں بلکہ اسلامی وہ ہے جو تعزیراتِ پاکستان میں ہیں؟۔

چہارم: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قانون میں ترمیم کرنے والوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔

"وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ" میں مفسرین کرام کے اقوال:

اب آیئے اس آیت کو امت کے اُن مفسرین کی تفاسیر سے سمجھتے ہیں، جن پر سب کا اتفاق ہے۔اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس نے فرمایا: ''مَنْ جَحَدَ مَا أَنْزَلَ اللهُ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ أَقَرَّ بِهِ وَلَمْ يَحْكُمْ فَهُوَ ظَالِمٌ فَاسِقٌ''۔

ترجمہ: جس نے اللہ کے نازل کردہ قوانین کا انکار کیا تو یقیناً وہ کافر ہوا اور جو اس کا اقرار کرتا ہے لیکن اس پر فیصلہ نہیں کرتا تو وہ فاسق ہے اور ظالم ہے۔

حضرت عکرمہؒ نے فرمایا: '' "مَعْنَاهُ" وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ جَاحِدًا بِهٖ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ أَقَرَّ بِهٖ وَلَمْ يَحْكُمْ بِهٖ فَهُوَ ظَالِمٌ فَاسِقٌ''۔ (الكشف والبيان)

ترجمہ: آیت کا معنیٰ ہے کہ جو شخص کتاب اللہ پر فیصلہ نہ کرے اس حال میں کہ وہ اس کا منکر ہو تو وہ یقیناً کافر ہو جاتا ہے اور جو اس کا اللہ کے طرف سے نازل ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس پر فیصلہ نہیں کرتا تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔

ایک شبہ اور اسکی وضاحت :

ومن لم یحکم کے بارے میں اسلاف نے جو یہ فرمایا "جَاحِدًا بِهِ" تو اس سے لوگوں کو شاید یہ شبہ ہوا ہے، کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اس کو قرآن کا حصہ یا اللہ کا نازل کر دہ ہونے کا یقین نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ اگر کوئی اس پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن کے قانون کے علاوہ سے فیصلے کرتا ہے تو وہ کُفرِ اکبر نہیں بلکہ کُفرِ مجازی یا کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ (یعنی چھوٹا کفر) ہے۔

وضاحت !

ایسا سمجھنا اسلاف کی عبارت کو سمجھنے میں غلطی ہے۔ یعنی جس طرح خوارج نے اس آیت سے مطلقا کفر اکبر مراد لیا۔ اور اعتدال کے راستے سے ہٹ گئے۔ اسی طرح اس آیت میں بیان کئے گئے کفر کو مطلقا کفر اصغر قرار دینا بھی اہل سنت کے راستے سے ہٹ جانا ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس نے کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ کو مطلقا استعمال نہیں کیا۔ بلکہ صحابہ کرام کی دفاع میں بیان کیا ہے۔ علمائے اہل سنت نے اس میں تفصیل بیان کی ہے۔

ہمارے اسلاف نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ یہ حاکم اس بات کا یقن رکھتا ہو کہ متعلقہ مقدمے میں قرآن کے قانون سے فیصلہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اور اسکے خلاف کرنے پر خود کو گناہ گار اور سزا کا مستحق سمجھتا ہو۔ صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ ان قوانین کو قرآن کا حصہ سمجھے۔ یہودی بھی ان آیات کو جو رجم کے بارے میں تھیں، تَورات کا حصہ مانتے تھے۔

لیکن فیصلے میں اسکی جگہ دوسرا قانون بنالیا تھا۔ اور اسی کو شرعی قانون ثابت کر رہے تھے۔ چنانچہ قرآن نے ان کے اس عمل کو کفرِ اکبر قرار دیا۔

علمائے امت نے اسکا مطلب یہی بیان کیا ہے۔ کہ قرآن کے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کو واجب سمجھتا ہو۔ اور اسکے علاوہ کسی بھی قانون سے فیصلہ کرنے کو گناہ سمجھتا ہو لیکن آج کل مسئلہ اس طرح نہیں ہے۔

وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ والسّدی رحمہ اللہ : ''مَنْ اِرْتَشَی فِي الْحُكْمِ وَحَكَمَ فِيْهِ بِغَيْرِ حُكْمِ اللهِ فَهُوَ كَافِرٌ''۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام سدی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے فیصلہ کرنے میں رشوت لی اور اس فیصلہ میں اللہ کے قانون کے علاوہ سے فیصلہ کردے تو وہ ''جج'' کافر ہے۔

ان دونوں حضرات کے نزدیک ایسا شخص بالکل کافر ہے۔

قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَالْحَسَنُ: " هِيَ عَامَّةٌ فِي كُلِّ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالْكُفَّارِ أَيْ مُعْتَقِدًا ذَلِكَ وَمُسْتَحِلًّا لَهُ. فَأَمَّا مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ وَهُوَ مُعْتَقِدٌ أَنَّهُ رَاكِبُ مُحَرَّمٍ فَهُوَ مِنْ فُسَّاقِ الْمُسْلِمِينَ "(الجامع الاحکام القرآن المعروف تفسیر القرطبی :الجزء 4تفسیر سورہ المائدہ 44۔)

ترجمہ:" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: "یہ آیت مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر کفار میں سے ہر اس شخص کے بارے میں عام ہے، جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔ یعنی جو اللہ کی شریعت سے فیصلہ نہ کرے اور اپنے اس فعل کے صحیح اور (قانون) ہونے کا نظریہ رکھتا ہو (تو وہ شخص صریح کافر ہے)۔ البتہ جو اس کام کو حرام سمجھتے ہوئے کرے تو وہ فاسق مسلمانوں میں سے ہے"۔

ذرا آج کے نظام جمہوریت میں غور کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا ان عدالتوں والوں کی نہا یت غالب اکثریت اپنے فیصلوں کو گناہ سمجھتی ہیں؟ وہ تو اپنے نزدیک بڑا خیر کا کام کر رہے ہیں۔ اور کیا یہ عدالتیں غیر قرآن سے فیصلے کرنے کو حلال یعنی قانون نہیں سمجھتیں۔

علامہ آلوسیؒ نے "روح المعانی" میں امام شعبیؒ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ سورہ مائدہ کے یہ تین آیات:

ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون، فأولئك هم الظالمون، فأولئك هم الفاسقون

پہلی اس امت کیلئے ہے پھر دوسری یہود اور تیسری نصاری کے بارے میں۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔ اس بنیاد پر یہ لازم آتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی حالت یہود و نصاریٰ سے بدتر ہوگی۔ (روح المعانی الجزء5) [1]

مشہور حنفی فقیہ اور مفسر امام نسفی رحمہ اللہ: [2]

تفسیر نسفی میں فرماتے ہیں: "أَيْ مُسْتَهِيْنًا بِهِ" یعنی جو اللہ کی شریعت کو کم اہم سمجھتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہیں" تو کیا آج عدالت عالیہ میں قرآن کے قانون کا مزاق نہیں اڑایا جاتا؟

امام بیضاوی رحمہ اللہ [3] کا نام کس طالب علم کے لئے نیا ہے؟ آپ نے تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی:

(1) (عن الشعبي أنه قال: الثلاث الآيات التي في المائدة أولها لهذه الأمة والثانية في اليهود والثالثة في النصارى، ويلزم على هذا أن يكون المؤمنون أسوأ حالا من اليهود والنصارى ...)، (تفسير الألوسي = روح المعاني الجزء 5).

(2) (وفات 710ھ)

(3) (وفات ٦٩١ ھ)

'' وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِما أَنْزَلَ اللّٰہُ مُسْتَہِیْناً بِہِ مُنْکَراً لَہُ، فَأُولٰئِكَ ھُمُ الْکَافِرُونَ لِإِسْتِہَانَتِہِمْ بِہِ وَتَمَرُّدِھِمْ بِأَنْ حَکَمُوْا بِغَیْرِہِ، وَلِذٰلِكَ وَصَفَھُمْ بِقَوْلِہِ الْکَافِرُونَ، ''۔

ترجمہ: اور جس نے اللہ کی شریعت سے فیصلہ نہیں کیا، اس قانون کو کم اہم سمجھتے ہوئے (اس کے علاوہ کو زیادہ اہم سمجھا) اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے، تو پس وہ کافر ہے، اس قانون کو کم اہم سمجھنے کی وجہ سے اواس کے علاوہ سے فیصلے پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو'' **الکافرون** '' قرار دیا۔

اسی طرح علامہ زمخشریؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں انہوں نے تفسیر کشاف میں یہی تفسیر کی ہے۔

تنبیہ!!

علامہ زمخشریؒ اور امام بیضاویؒ کا یہ قول کہ اللہ کے شریعت کے علاوہ کسی قانون سے فیصلے پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے وہ کافر ہیں۔ آج جمہوری عدالتی نظام پر کتنا صادق آتا ہے۔ یہ عدالتیں غیر قرآن سے فیصلوں پر سالوں سے ڈٹی ہوئی ہیں۔ کیا اہل حق اسکا حکم بیان کر پائیں گے ؟۔

وضاحت :

رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک سے لیکر تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد (۶۵۶ھ بمطابق ۱۲۵۷ء) تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ قرآن کے مقابلے میں کسی اور قانون کو بطور آئین ملک میں نافذ کیا گیا ہو۔ اس امت میں اس بات کا تصور بھی نہیں تھا۔ کہ عدالتیں قرآن کے علاوہ کسی انسان کے بنائے آئین کے مطابق فیصلے کریں۔ غیر قرآن سے فیصلہ کرنے کی زیادہ سے زیادہ یہ صورت ہوتی تھی۔ کہ جج رشوت لے کر فیصلے میں ڈنڈی مار دیتا۔ چنانچہ مذکورہ آیت کے ضمن میں جو بھی بحث " بڑے کفر" یا "چھوٹے کفر" کے کی جارہی، وہ اس صورت حال کو سامنے رکھ کے کی جاتی رہی۔ کیونکہ علماء عموماً انہی باتوں کو بیان کرتے ہیں۔ جو ان کے دور میں عامتہ المسلمین کو درپیش ہوتی ہیں۔ لیکن جب عالم اسلام پر تاتاری حملہ آور ہوئے اور دار الخلافہ بغداد پر قبضہ کر لیا۔ پھر اسکے بعد یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ لیکن نظام حکومت قرآن کی بجائے ایک ایسے آئین سے چلانے لگے۔ جو کچھ چنگیز خان کا بنایا ہوا تھا۔ اور کچھ شقیں اسلام سے بھی جمع کر لی گئیں تھی۔ اس کو (الیاسق یا الیاس) کہا جاتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ نے اس قانون کے بارے میں فتوی دیا۔ " کہ جس نے اس شریعت محکمہ کو چھوڑا جو محمد ابن عبد اللہ ﷺ پر جو کہ خاتم النّبیّین ہیں۔ نازل ہوئی۔ اور منسوخ شریعتوں میں سے کسی کے پاس لیکر گیا تو وہ کافر ہو گیا"۔ تو اس شخص کا کیا انجام ہو گا جو چنگیز خان کے بنائے آئین الیاس کے مطابق فیصلے کرائے۔ اور اسکو شریعت محمدی ﷺ پر مقدم رکھے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا شخص باجماع امت کافر قرار دیا جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر رحمہ اللہ)

سو آپ سوچیئے کہ قرآن کے علاوہ سے فیصلہ کرتی عدالتوں کو اسلامی کہنا یہ کتنا بڑا جرم ہے ؟۔

میرے بھائی اس بحث کو ہم نے طوالت اس لیے دیدی کہ آج کل اس بحث کو بڑے بڑے علماء نے نظر انداز کرر کھا ہے۔

اکیسواں نقصان: اِسۡتِخۡدامُ النُّصُوۡصِ الشَّرۡعِیَّۃِ فِیۡ غَیۡرِ مَوۡضِعِھَا:-

یعنی قرآن کے نصوص شرعیہ کو بے جا استعمال کرنا یعنی شوریٰ کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی ہے۔ اسکو جمہوری حضرات ووٹ کیے لیے استعمال کریں گے۔ اسی طرح بعض حضرات نے اپنے اشتہار پر لکھا ہو گا۔

{مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا} [الأحزاب: 23]

ترجمہ: انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔

بعض نے لکھا ہو گا۔ {نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ} [الصف: 13]

ترجمہ: اللہ کی طرف سے مدد، اور ایک ایسی فتح جو عنقریب حاصل ہو گی!۔

بعض نے لکھا ہو گا۔ {الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ} [الحج: 41]

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

بعض حضرات نے اپنی صفائی بیان کرنے کے لیے لکھا ہوگا۔ {إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ} [هود: 88]

ترجمہ: میرا مقصد اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تو ان سب نصوص کو اپنی جگہ کے بغیر استعمال کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

بائیسواں نقصان: طَلَبُ الْأَمَارَةِ:-

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہے۔ کہ اس میں امارت طلب کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، لاَ تَسْأَلِ الإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا... »، (صحيح البخاري و صحيح مسلم).

ترجمہ: حضرت عبدالرّحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا" اے عبدالرّحمٰن ! تو مت مانگنا حکومت اور سرداری کو اس واسطے کہ اگر حکومت تجھ کو مانگنے سے ملے تو تجھی پر سونپی جائے یعنی اللہ کی طرف سے تیری مدد نہ ہوگی اور اگر حکومت تجھ کو بغیر مانگے ملے تو تیری اس پر غیب سے مدد ہوگی"۔

یعنی نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ امارت کا مطالبہ نہ کرو۔ اور اگر تو نے اسکا مطالبہ کیا۔ اور پھر تجھ کو مل جائے۔ پھر آپ اس کا ضامن ہوں گے۔ اور اگر تجھ کو یہ بغیر مطالبہ کے ملا تو پھر اللہ تیری مدد کریگا۔

اور ایک دوسری روایت ہے۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا : «إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الإِمَارَةِ، وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ القِيَامَةِ، فَنِعْمَ المُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الفَاطِمَةُ»(صحيح البخاري).

ترجمہ: "بے شک تم حرص کروگے سرداری پر اور حالانکہ حکومت قیامت میں پچھتاوا ہوگا یعنی کیوں ہم حاکم ہوئے جو آج حساب میں گرفتار ہوئے، سو دودھ پلانے والی تو اچھی ہے اور دودھ چھڑانے والی بُری ہے"۔

یعنی جب ایسا وقت آجائے جب لوگ امارت پر حرص کرنے لگے تو یہ فتنے کا زمانہ ہے اس زمانے میں وہ شخص بہتر ہے۔ جو دودھ پیتے وقت مر جائے اور برا ہے۔ وہ آدمی جو زندہ رہ جائے۔ اور بعینہ آج کل یہ وہی زمانہ ہے۔ اور امارت ایک عظیم امانت ہے۔ جسکا صحیح حق ادا کرنا بہت مشکل کام ہے۔ بنی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ، وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ، وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ» (ابو داؤد).

ترجمہ: چوھدراہٹ ثابت ہے۔اور لوگوں کیلئے چوھدری(رئیس) ہونا ضروری ہے، مگر چودھری دوزخ میں ہوں گے۔

ایک اشکال اوراس کا حل:

جمہوری حضرات فرماتے ہیں۔کہ امارت کا مطالبہ کرنادرست ہے۔دلیل ان کی یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی عزیزِ مصر سے فرمایا تھا: {قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ} [یوسف: 55]

ترجمہ: ’’ یوسف نے کہا کہ : آپ مجھے ملک کے خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کردیجیے۔ یقین رکھیئے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں‘‘۔

تو دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام تو اللہ کے رسول ہیں اوراس نے بھی امارت کا مطالبہ کیا ہے۔ تو ہمارے لیئے مطالبہ کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگیا تو اس اشکال کے ہم کئی طریقوں سے جوابات ذکر کرتے ہیں۔

اول: اس اشکال کا پہلا جواب یہ ہے۔کہ حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی تھے۔اور انبیاء کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔کہ انبیاء معصوم ہیں جب اُن سے گناہ کا تصور نہیں ہو سکتا تو پھر وہ کس طرح غیر اللہ کے قانون پر فیصلہ کرتے ؟

دوم: یہ کہ نبی کی موجودگی میں دوسرا خلیفہ ناممکن ہے۔کہ نبی موجود ہو اور دوسرا خلیفہ بن جائے۔

سوم: تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت الگ تھی اور ہماری شریعت الگ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ شرائع من قلبنا ہمارے لیے دلیل بن سکتے ہیں۔ لیکن اس شرط پر کہ ہمارے شریعت میں اس سے منع نہ آئی ہو اور امارت کے مطالبہ سے تو نبی ﷺ نے کتنے احادیث میں منع فرمایا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يَنَالَهُ، ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ، فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ» (ابو داؤد).

ترجمہ: ”کہ جس شخص نے مسلمانوں کے عہدہ قضاء کو طلب کیا حتی کہ اسے پالیا پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آجائے تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آجائے تو اس کے لئے جہنم ہے“۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام کا تو اپنے آپ پر اعتماد تھا کہ میرا عدل جور پر غالب ہو گا۔

چھارم: یہ کہ حضرت یوسفؑ کو اس میں مکمل حریت حاصل تھی۔ وہ جمہوری حضرات کی طرح دوسروں کی غلامی نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر غیر اللہ کے قانون اور بادشاہ کے دین پر فیصلہ نہیں کیا تھا۔

كما قال الله تعالى: {مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ} [یوسف: 76]

ترجمہ: ”اللہ کی یہ مشیت نہ ہوتی تو یوسف کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیتے“۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تو بادشاہ کے قانون پر فیصلہ نہیں کیا بلکہ کنعان کے قانون پر فیصلہ کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم اسلئے حصہ لیتے ہیں کہ ہم اسکے اہل ہیں اور باقی لوگ اسکے اہل نہیں تو کیا تم غیر اللہ کے قانون کے اہل ہو؟۔ وہاں تو پھر تم اللہ کا قانون نافذ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ 70 سال کے تجربے نے یہ ثابت کر دیا کہ اس طریقے سے اسلامی نظام نافذ کرنا ناممکن ہے۔

تیئسواں نقصان: مَسَاوَاةٌ غَيْرُ شَرْعِيَّةٍ:-

جمہوریت کے نقصان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس میں مساوات غیر شرعیہ آتے ہیں۔ مثلاً جمہوریت میں عالم دین اور جاہل دونوں برابر ہیں۔ اور یہ مساوات لانا قرآن کے اس آیت کے بالکل متضاد ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: {هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ} [الزمر: 9].

ترجمہ: ''کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟''۔

یہاں استفہامِ انکاری ہیں۔ اي لا يستوي الذين الخ لیکن جمہوریت نے قرآن کے اس آیت کے مقابلہ میں اس خود ساختہ اصول پر عمل کیا۔ ''العالم والجاہل سواء''۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ شہادت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر دو مرد نہ ہو تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں شہادت میں برابر ہوں گے۔ کما قال اللہ تعالی '' فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ ''۔ لیکن اس آیت کے مقابلہ میں جمہوریت نے کہا: الرجل والمرأة وحدها سواء۔

اسی طرح قرآن کے متعدد آیات سے انکار لازم آتا ہے۔اور فقھاءِ کرام فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کے ایک آیت سے انکار کرنا بھی کفر ہے۔ خواہ وہ انکار تاویل کی صورت میں کیوں نہ ہو۔ جیسے بنی اسرائیل یوم السبت میں تأویلاتِ باطلہ کرتے تھے۔

چوبیسواں نقصان: حِرْصُ النَّاسِ عَلَى حُضُوْرِ مَجَالِسِ الزُّوْرِ:-

ایک نقصان یہ بھی ہے۔ کہ اس میں لوگوں کو جھوٹ بولنے والے مجالس کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ کہ یہ اعلانات کئے جاتے ہیں کہ فلاں جگہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منقعد ہو اہے۔ اور شائقین کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ حالانکہ عباد الرحمٰن کی صفت، اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتے ہیں: {وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا} [الفرقان: 72].

ترجمہ: ''اور (رحمن کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: {فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ} [النساء: 140].

ترجمہ: '' تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو''۔

یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے۔ تو یہ بھی گناہ گار ہے۔ لیکن دوسرا آدمی لوگوں کو گناہ کی طرف دعوت دیتا ہے تو یہ پہلے سے زیادہ گناہ گار ہے۔

"نصیحت"

میرے عزیز دوستو! یہ کتنے زیادہ نقصانات ہم نے جمہوریت کے بیان کئے ان کو دیکھ کر ایک سلیم العقل آدمی کبھی بھی پھر جمہوریت میں حصہ نہیں لے گا۔ جمہوریت کا کفر ہونا یا نہ ہونا الگ بات ہے صرف یہ نقصانات اور مفاسد کتنے زیادہ ہیں۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا بیان:

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نوجوانوں کو جمہوریت کے کالے قانون سے بچانے کیلئے فرماتے ہیں:

شعر: [دیوے استبداد جمہوری قبا مے پائے کوب_____ تو اس سے سمجھا ہے آزادی کی ایک نیلم پری]

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت آزادی کی ایک پری ہے۔ لیکن در حقیقت یہ ظلم کے اندر میں چھپا ہوا ایک دیو ہے۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

شعر ۔ [جمہوریت ایک ایسا طرزِ حکومت ہے کہ جس میں_____ بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے]

ایک اور جگہ میں فرماتے ہیں:

شعر ۔ [گریز از طرزِ جمہوری غلامے کار پختہ شو_____کہ از مغزِ دو صَدْ خَرْ یک فکرِ انسانی نمی آید]

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ کہ جمہوری طریقہ سے گریز کرو کیونکہ 200 گدھوں کے دماغوں کے جمع کرنے سے ایک انسانی فکر نہیں بن سکتا۔

جمہوریت اور اسلافِ امت واکابرینِ وقت

آج اگر ہم جمہوریت کے مفاسد کے بارے میں قلم اٹھائیں اور لوگوں کو اس کالے قانون سے بچانے کی کوشش کریں۔ تو ضرور لوگ ہم کو یہ طعنہ دیں گے کہ آپ زیادہ سمجھتے ہیں۔ یا اکابرین امت تو۔

آئے دیکھتے ہیں کہ جمہوریت کے بارے میں اسلاف امت اور اکابرین وقت کیا فرماتے ہیں۔ جو ہمارے لیے مشعلِ راہ اور ہم سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ باب سیاسۃ المدینہ میں فرماتے ہیں:

وَلَمَّا كَانَتِ الْمَدِيْنَةُ ذَاتَ إِجْتِمَاعٍ عَظِيْمٍ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَّتَّفِقَ رَأْيُهُمْ جَمِيْعاً عَلَى حِفْظِ السَّنَةِ الْعَادِلَةِ۔

ترجمہ: "جبکہ شہر انسانوں کے بڑے ہجوم کا نام ہے۔ سوان سب کی رائے کا سنت کی حفاظت پر متفق ہو جانا ناممکن ہے" معلوم ہوا کہ جمہوری نظام جو اکثریت کی موافقت کا محتاج ہوتا ہے۔اس میں اسلام و مسلمانوں کی کامیابی ثابت کرنا دھوکہ کے سواء کچھ نہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

عرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں۔ یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلہ ہے۔ بالخصوص ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم وکافر ارکان سے مرکب ہو۔ وہ تو غیر مسلم سلطنت ہی ہو گی۔ (ملفوظاتِ تھانوی رحمہ اللہ: ص ۲۵۲، نیز دیکھئے: احسن الفتاویٰ، کتاب الجہاد، سیاستِ اسلامیہ)

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مزدور اور عوام کی حکومت ہے۔ ایسی حکومت بلاشبہ حکومت کافرہ ہے۔ (عقائد الاسلام ص۔ نمبر 23)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اسلامی جمہوریت کے تصور کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمہوریت اور جمہوری عمل کا اسلام سے کیا تعلق ؟ اور خلافت اسلامی سے کیا تعلق ؟ موجودہ جمہوریت تو سترہویں صدی کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ یونان کی جمہوریت بھی موجودہ جمہوریت سے الگ تھی۔ لہذا اسلامی جمہوریت ایک بے معنی اصطلاح ہے۔ ہمیں تو اسلام میں کہیں بھی مغربی جمہوریت نظر نہیں آئی اور اسلامی جمہوریت تو کوئی چیز ہے۔ ہی نہیں معلوم نہیں اقبال

مرحوم کو اسلام کی روح میں یہ جمہوریت کہاں سے نظر آگئی؟ جمہوریت ایک خاص تہذیب وتاریخ کا ثمرہ ہے۔ اسے اسلامی تاریخ میں ڈھونڈنا معذرت خواہی ہے۔ (ماخوذ از امالئ: علامہ سلیمان ندوی، مرتبہ: مولانا غلام محمد رحمہ اللہ)

قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ جمہوریت رب تعالیٰ کی صفت ملکیت میں بھی شرک ہے اور صفت علم میں بھی شرک ہے۔ سوائے اللہ کو ایک ماننے والو! شرک کا راستہ اختیار کرکے بھی بھلا کوئی اسلام کو سربلند کر سکتا ہے؟

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ برگ وبار مغربی جمہوریت کے شجرہ خبیثہ کی پیداوار ہے۔ اسلام میں اس کافرانہ نظام کی کوئی گنجائش نہیں۔ (احسن الفتاری جلد 6: ص:26)

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے فرمایا:

جمہوریت کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریہ کی ضد ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: جلد 8 ص۔ 176)

مولانا یوسف لدھیانوی شہید کی کتاب آپ کے مسائل اور ان کا حل میں یہ مسئلہ بھی موجود ہے۔

سوال: حرام کو قصداً حلال کہنا بلکہ اسلامی کہنا کہاں تک لے جاتا ہے؟ میں آپ کی توجہ مئی 1991ء میں ہماری قومی اسمبلی کے منظور شدہ شریعت بل کی شق 3 کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ شریعت یعنی اسلام کے احکامات جو قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں۔ پاکستان کا بالادست قانون ہو گا۔ بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متاثر نہ ہو۔ یعنی ملک کے سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل کے متاثر ہونے کی صورت میں قرآن وحدیث کو رد کر دیا جائے۔ نہیں مانا جائے گا۔ سیاسی نظام اور حکومتی شکل کے سلسلے میں سپریم لاء آئین 1973ء ہی ہو گا۔ مولانا صاحب اس بل کا بنانے والا اسکے منظور کرنے والے اسکو ملک میں رائج کرنے والے اور ان تمام حضرات کی معاونت کرنے والے علمائے کرام کس زمرے میں آئیں گے؟

جواب: ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بغیر شرط اور بغیر استثناء کے اللہ تعالیٰ کے اور اسکے رسول ﷺ کے تمام احکام کو دل و جان سے تسلیم کرے۔

یہ کہنا کہ "میں قرآن وسنت کو بالادست مانتا ہوں بشرطیکہ میری فلاں دنیوی غرض متاثر نہ ہو" ایمان نہیں بلکہ کٹر نفاق ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے اور محمد رسول ﷺ کا امتی ہونے سے صریح انکار وانحراف ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد: 1، ص 49:)

معروف عالم دین مفتی حمیداللہ جان صاحب دامت برکاتہم اپنے ایک نہایت اہم فتوی میں فرماتے ہیں:

مشاہدہ اور تجربے سے ثابت ہے۔ کہ موجودہ مغربی جمہوری نظام ہی بے دینی، بے حیائی اور تمام فسادات کی جڑ ہے اور خصوصاً اس میں اسمبلیوں کو حقِ تشریح (آئین سازی قانون سازی کا حق) دینا سراسر کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اور ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کو عملاً تسلیم کرنا ہے۔ اور اسکی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے۔ اس لیے موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔ (ماہنامہ سنابل کراچی مئی 2013ء)

مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

اگر کسی ایک قبر کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو کسی اور نظام ریاست، امپریل ازم ، ڈیموکریسی، کمونیزم، کیپٹل ازم اور تمام باطل نظام ہائے ریاست کو ماننا کیسے اسلام ہو سکتا ہے؟ قبر کو سجدہ کرنے والا مشرک پتھر لکڑی اور درخت کو مشکل کشا ماننے والا حاجت روا ماننے والا مشرک اور غیر اللہ کے نظاموں کو مرتب کرنا اور اس کے لیے تگ ودو کرنا اور اس نظام کو قبول کرنا، یہ توحید؟ کہاں ہے جمہوریت اسلام میں؟ نہ ووٹ ہے نہ مفاہمت نہ ان کا وجود برداشت ہے۔ نہ انکی تہذیب برداشت ہے اسلام آپ سے اطاعت مانگتا ہے، آپ کی رائے نہیں مانگتا۔ خطاب بموقع

توحید و سنت کا نفرنس، {من یطع الرسول فقد اطاع اللہ} .(خطاب بموقع توحید و سنت کا نفرنس، 26 ستمبر 1998ء)

مولانا محمد حکیم اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اسلام میں جمہوریت کوئی چیز نہیں کہ جدھر زیادہ ووٹ ہو جائیں اُدھر ہی ہو جاؤ بلکہ اسلام کا کمال یہ ہے۔ کہ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے لیکن مسلمان اللہ ہی کا رہتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفاء کی پہاڑی پر نبوت کا اعلان کیا تھا۔ تو الیکشن اور ووٹوں کے اعتبار سے کوئی بھی نبی کے ساتھ نہیں تھا۔ نبی کے پاس صرف اپنا ووٹ تھا۔ لیکن کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پیغام سے باز آ گئے کہ جمہوریت چونکہ میرے خلاف ہے۔ اکثریت کی ووٹنگ میرے خلاف ہے۔ اس لیے میں اعلان نبوت سے باز رہتا ہوں ؟۔ (خزائن معرفت و محبت ص: 209)

مفتی اعظم دار العلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ :

سوال: کیا ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمہوریت کو قائم کیا تھا اور کیا خلفائے اربعہ بھی اسی جمہوریت پر چلے یا انھوں نے کچھ تغیر و تبدیل کیا ہے۔

الجوب حامداً ومصلیاً:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے۔ وہاں قوانین واحکام کا دار و مدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے۔ یعنی کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے۔ بس اگر کثرت

رائے قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو اسی پر فیصلہ ہو گا۔ قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے: {وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ} [الأنعام: 116]

ترجمہ: " اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر ڈالیں گے"۔

اہل علم، اہل دیانت، اہل فھم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ انھوں نے اسکے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے۔ (حررہ العبد محمود رحمہ اللہ 'دار العلوم دیوبند فتاویٰ محمودیہ: جلد: ۴، کتاب: السیاسۃ والھجرۃ، باب جمہوری وسیاسی تنظیموں کا بیان)

صدر وفاق المدارس پاکستان مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کا موقف:

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ۔ کیا انتخابی سیاسی نظام یا جمہوری نظم کے تحت اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے؟۔ فرمایا: نہیں ایسا ممکن نہیں۔ نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے۔ نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایا جا سکتا ہے۔ جمہوریت میں کثرت رائے کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور اکثریت جھلاء کی ہے۔ جو دین کی اہمیت سے واقف نہیں۔ ان سے کوئی توقع نہیں ہے۔ (ماہنامہ سنابل کراچی مئی 2013ء، جلد: ۸، شمارہ نمبر: ۱۱، سرورق)

حضرت مفتی نظام الدین شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دین ووٹ کے ذریعے سے مغربی جمہوریت کی ذریعے سے غالب نہیں ہو گا۔اس لیے کہ اس دنیا کے اندر اللہ کے دشمنوں کی اکثریت ہے۔فساق وفجار کی اکثریت ہے۔اور جمہوریت جو ہے، وہ بندوں کو گننے کا نام ہے۔تولنے کا نہیں---دنیا میں جب بھی اسلام غالب ہو گا۔تو اس کا واحد راستہ وہی ہے۔جو راستہ اللہ کے نبی ﷺ نے اختیار کیا تھا۔اور وہ جہاد کا راستہ ہے۔افغانستان کے اندر طالبان کی حکومت آئی۔اور اسلامی شریعت آئی کب آئی۔جب سولہ لاکھ انسان شہید ہوئے۔دس لاکھ آدمی معذور ہوئے۔کسی کی آنکھ نہیں۔کسی کا کان نہیں۔کسی کی ٹانگ نہیں—اللہ تعالیٰ مفت میں کسی کو نہیں دیتے جب تک کہ قربانیاں نہ ہوں۔تو پاکستان میں لوگ یہ تمنا تو کرتے ہیں کہ طالبان کی حکومت ہو یا طالبان جیسی حکومت ہو لیکن اس کے لیے جس قربانی کی ضرورت ہے۔اس کے لیے وہ تیار نہیں۔(ماہنامہ سنابل کراچی مئی 2013ء، جلد: ۸، شمارہ نمبر: ۱۱، ص: ۳۴،۳۳)

پائے تکمیل

الحمد للہ اس کتاب کی تصحیح اور نظر ثانی میں نے مدینہ منورہ میں پائے تکمیل کو پہنچایا۔ آج دسمبر کی 13 تاریخ ہے اور جمعہ کا مبارک دِن ہے اور رسول اللہ ﷺ اور اس کے صحابہؓ کرام خصوصاً شیخین سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے قرب وجوار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور عوام الناس کے لئے سود مند ثابت فرمائیں اور اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں پھر سے اسلامی خلافت کو قائم فرمائیں۔

والسلام

العبد الضعیف

سلیم اللہ سلیمی الحقانی

2019ء/ 12 /13 بروز جمعہ بالمدینۃ المنورۃ